ماھنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

May 2024





وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

SIRAT-E-MUSTAQEEM BIRMINGHAM

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 07 May 2024

Shawwal/Dhul Qadah 1445 AH

جلد: 44 شمارہ: 07 مئی 2024ء

شوال/ذوالقعدہ: 1445ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



دور حاضر میں فتنوں کی معرفت اور ان کے تدارک میں علماء اور طلباء کی ذمے داریاں

حافظ شاہد رفیق مرتب: حافظ عبداللہ نواز

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء و المرسلین، وعلی آله و أصحابه و أتباعه إلی یوم الدین.

اہل علم کے لئے انتہائی ناگزیر ہے کہ معاشرے میں دعوت دین کے حوالے سے اپنی ذمے داریوں کو پہچانیں اور عوامی و دینی حلقوں میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں ان کی اصلاح کیلئے اہم کردار ادا کریں۔

آج جن لوگوں کے پاس اقتدار اور اختیار ہے اگر وہ دعوت دین کی ذمے داریوں سے کنارہ کش ہو رہے ہیں تو دینی جماعتوں اور تعلیمی اداروں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس خلا کو پر کریں اور ان ذمے داریوں کو پورا کیا جائے جو اسلام کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا موضوع کی تفہیم کیلئے ہم اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں، تاکہ اچھی طرح سے اس موضوع کا احاطہ ہو سکے اور بہ آسانی بات سمجھ میں بھی آجائے۔

1۔ دور حاضر

اس عنوان سے ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ موجودہ حالات میں ہم نے کیا کردار ادا کرنا ہے؟ اس فریضے سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں حالات کا پورا ادراک ہو، ہم عوام سے تعلق رکھیں، معاشرے کے اندر رہن سہن سیکھیں اور ان خرابیوں پر نظر رکھیں جو معاشرے میں پیدا ہو کر عوام کو دین سے دور کر رہی ہیں۔

آج اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ دین بس یہی ہے کہ خود اپنا عمل کر و اور اپنے آپ کو گھر تک محدود رکھو تو پھر اسے علم اور دین سے اپنی وابستگی کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔ اور اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم انبیاء کے وارث ہیں اور ہم اس بات کے بھی دعویدار ہیں کہ علم کو عبادت پر اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ عبادت کا نفع ایک فرد تک محدود رہتا ہے اور علم کا نفع افراد اور عوام تک متعدی ہوتا ہے تو پھر ہم عوام اور معاشرے سے الگ تھلگ رہ کر کسی طور اپنی ذمے داریوں کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

2۔ فتنوں کی معرفت

اس حوالے سے ہمیں وہ حدیث یاد رکھنی چاہیے جو فتنوں کی معرفت اور علم کیلئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان الناس یسألون رسول اللہ ﷺ عن الخیر وکنت أساله عن الشر مخافة أن یدرکنی

"دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میں ان میں نہ پھنس جاؤں۔" (صحیح بخاری: 3606)

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ فتنوں سے بچاؤ کیلئے ان کی معرفت اور حقیقت کا علم ہونا ضروری ہے۔ اور صحابہ کے ہاں تو یہ موضوع عام طور پر زیر بحث رہتا تھا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

"قالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عنْه: أيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الفِتْنَةِ؟ قالَ: قُلتُ: أنا أحْفَظُهُ كما قالَ، قالَ: إنَّكَ عليه لَجَرِيءٌ"

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کس شخص کو رسول کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد ہے جو آپ ﷺ نے فتنے کے سلسلے میں ارشاد فرمائی تھی؟ میں نے کہا کہ مجھے یاد ہے اور بالکل اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس (فتنوں کی معرفت) میں بہت دلیر ہو۔" (صحیح بخاری: 3586)

ان نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان فتنوں کی معرفت کس قدر ضروری ہے کہ ان کی پہچان کے بغیر ہم اپنے بچاؤ کا سامان نہیں کر سکتے۔ ایسا ہی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَتاني هَواها قَبلَ أَن أَعرِفِ الهَوى
فَصادَفَ قَلباً خالِياً فَتَمَكَّنا

"دل اس کی معرفت سے خالی تھا، اس کا خیال دل میں آیا اور جاگزیں ہو گیا اور میں اس کو روک بھی نہ سکا۔"

فتنوں کا تذکرہ

ہمیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ آج کون سے فتنے ہیں جو عوام اور خواص کی دنیا و آخرت کیلئے نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں اور معاشرے میں دینی لہر کو کمزور سے کمزور تر کرتے جا رہے ہیں۔ اس حوالے سے ایک بنیادی بات یاد رکھنی چاہیے کہ فکری اعتبار سے دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے:

1۔ خدا کا انکار، آسمانی شریعتوں کا انکار، انبیا، کتابوں اور آخرت کا انکار، الغرض یہ لوگ کسی چیز کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

2۔ پہلے گروہ کے برعکس دوسرا فریق اللہ اور اس کے

رسول پر ایمان رکھنے والا اور اسلام کے عقائد کی دعوت دینے والا ہے۔

ان دونوں گروہوں میں پہلے گروہ کا مقصد اسلامی عقائد میں تشکیک اور لوگوں میں شبہات پیدا کرنا ہے اور یہی جڑ ہے جو باقی تمام فتنوں کو پروان چڑھا رہی ہے۔

فتنوں کی معرفت کیلئے مصادر و مراجع

فتنوں کی تاریخ اور ابتدا و ارتقا انتہائی تفصیل طلب موضوع ہے، لیکن اس حوالے سے چند بنیادی امور اور کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ جن کے ذریعے سے ان فتنوں کی معرفت اور ان کے سدباب کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الحاد کا فتنہ

اسلامی عقائد پر تشکیک کا فتنہ دن بہ دن بڑھتا چلا جا رہا ہے، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں بنیادی عہدوں پر براجمان لوگ اور معاشرے میں ذرائع ابلاغ کے سارے وسائل پر آج اکثریت ان لوگوں کی قابض ہے جو اس فتنے کا شکار ہیں۔

الحاد اور تشکیک کے فتنے کی معرفت کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے:

1۔ اساسیات اسلام، مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ (اس کتاب میں اسلام کے بنیادی عقائد کا تعارف، اور اس پر وارد ہونے والے اشکالات کا علمی، عقلی، نقلی اور سائنسی اعتبار سے جواب دیا گیا ہے۔)

2۔ الوحی المحمدی، علامہ رشید رضا (یہ مصر کے عالم دین تھے۔)

ان کتب میں الحاد اور تشکیک کے فتنے کا تعارف اور ملحدین کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

معاشرے میں موجود فتنے اور ان کا سدباب

الحاد کا فتنہ آج ہمارے عوامی حتی کہ دینی حلقوں میں بھی چار قسم کے گروہوں کے کندھوں پر سوار ہو کر لوگوں کو دین سے دور کر رہا ہے۔ اور بدقسمتی سے یہ چار کندھے بھی الحاد کو ان گروہوں نے مہیا کیے ہیں جو اپنی نسبت اسلام کی طرف رکھنے والے ہیں۔ وہ چار گروہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ قادیانیت

ایک تو یہ فتنہ اپنی خامیاں اور برائیاں بھی معاشرے مین پھیلا رہا ہے اور ساتھ ہی الحاد کا بھی دست وبازو بن کر عوام کو دین و آخرت سے دور کر رہا ہے۔

آپ اس بات پر حیران ہوں گے کہ قادیانیت کے بنیادی عقائد میں خدا کا انکار شامل نہیں ہے لیکن یہ فتنہ ہر اس قوت کو اپنا کندھا مہیا کرتا ہے جو ایک مسلمان کے اللہ، رسول، آخرت اور قرآن و حدیث پر ایمان کو کمزور کرنے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مسلمان براہ راست قادیانیت کو قبول کرنے سے انکار کر چکے تو اب یہ لوگ الحاد کا سہارا لے رہے ہیں تا کہ عوام کا اسلام سے تعلق کمزور ہو تو یہ لوگ عوام میں اپنا مذہب پیش کریں اور اس کی ترویج کریں۔

قادیانیت کے فتنے کا مقابلہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم اس کی تاریخ سے واقف ہوں، اس کی نشو و نما کے اسباب اور ابتدائی حالات کے متعلق جانکاری رکھتے ہوں اور اس کے بعد اس مذہب کے دلائل اور علمی بنیادوں پر ہم ان کے شبہات سے اچھی طرح سے واقفیت رکھتے ہوں۔

ان معلومات کے حصول کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے:

1۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، پروفیسر الیاس برنی (اگر کوئی عالم یا طالب علم حتی کہ عام شخص بھی اس کو سمجھ کر پڑھ لے تو قادیانی فتنے کو نہ صرف سمجھ سکتا ہے بلکہ اچھی طرح سے اس کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔)

2۔ محمدیہ پاکٹ بک، مولانا عبداللہ معمار رحمہ اللہ (اس میں قادیانیت کے تمام دلائل کا قرآن و حدیث اور قادیانی مذہب کی بنیادی کتابوں سے رد کیا گیا ہے۔)

3۔ احتساب قادیانیت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی طرف سے ساٹھ جلدوں میں تمام علمائے اسلام کا لٹریچر جمع کیا گیا ہے جو انھوں نے قادیانیت کے رد پر لکھا تھا۔)

4۔ محاسبہ قادیانیت (14 جلدوں میں علمائے کرام کی کتب کو جمع کیا گیا ہے۔)

5۔ تحریک ختم نبوت، ڈاکٹر بہاؤ الدین (یہ 60 جلدوں سے بھی زائد ہے جس میں رد قادیانیت پر تمام علماء کے علمی ذخیرے کو جمع کیا گیا ہے۔)

فتنہ قادیانیت کے حوالے سے دو علماء کے علمی ذخیرہ کو اچھی طرح پڑھنا چاہیے اور ان کو حرز جاں بنانا چاہیے:

1۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ، یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کا براہِ راست مقابلہ کیا، اس کے ساتھ مناظرہ کیا اور انہوں نے 'اشاعۃ السنۃ' کے نام سے ایک مستقل رسالہ نکالا تھا جس کا موضوع ہی 'مرزا قادیانی کی تردید' ہوا کرتا تھا، مولانا صاحب نے قادیانیت کے رد میں جتنا بھی مواد لکھا تھا وہ "محاسبہ قادیانیت کی جلد نمبر 9، 10، 11" میں شائع ہو چکا ہے۔

2۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، یہ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے قادیانیت کی تردید میں بے مثال علمی ذخیرہ رقم کیا، ان کی '33' کتابوں کو 'احتساب قادیانیت والے مجموعہ کی جلد نمبر 8، 9' میں شائع کیا گیا ہے۔

ان علماء کی کتابیں پڑھنے سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں:

1۔ ان کی کتب سے علمی دلائل ملتے ہیں۔

2۔ دوسرا یہ وہ علماء ہیں کہ جنہوں نے براہ راست

قادیانی مذہب کے بانی اور اس کے ابتدائی لوگوں کا مقابلہ کیا اور اسی دور میں ان کو ناکام کیا۔

تو یہ قادیانی فتنہ وہ پہلا عنصر ہے جس کے کندھے پر سوار ہو کر الحاد اور تشکیک کا مرض اسلامی معاشرے میں پھیلتا جا رہا ہے۔

2۔رافضیت

یہ لوگ بھی خدا، رسول اور آخرت کے انکاری نہیں ہیں لیکن اسی مقصد سے یہ الحاد کے یمین و یسار بنے ہوئے ہیں، تاکہ اسی بہانے یہ لوگ عوام میں اپنے فاسد عقائد پھیلا سکیں۔

رافضیت کے حوالے سے دو باتوں کا سمجھنا بہت ضروری ہے:

پہلی یہ کہ اصل رافضیت کیا ہے...؟

اور دوسری بات یہ کہ موجودہ دور میں اس کی جدید صورت کونسی ہے۔۔۔؟

1۔اصل رافضیت: وہی ہے کہ یہ لوگ قرآن میں بھی تشکیک اور صحابہ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔ اس پر علماء نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن اگر ہر عالم دین اور طالب علم اس رافضیت کو سمجھنے کیلئے صرف ایک کتاب کو صحیح سمجھ کر پڑھ لے تو نہ صرف اس کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر لے گا بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے گا، اور وہ کتاب 'شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ' کی 'منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ' ہے، اس کتاب میں فتنہ رافضیت کی علمی دلائل کے ساتھ الزامی، عقلی، نقلی ہر لحاظ سے تردید کی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر طالب علم کے زیر مطالعہ ہونی چاہیے تاکہ وہ باطل سوچ و فکر کا رد کر سکے۔

2۔جدید رافضیت: اس کو پھیلانے کیلئے یہ حربہ استعمال کیا گیا ہے کہ اہل سنت کی طرف منسوب ایسے افراد تیار کیے گئے جو قرآن میں تشکیک یا اس کا انکار نہیں کرتے ہیں، نہ ہی صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ عوام کے سامنے صحابہ کا احترام بجالاتے ہیں، لیکن صحابہ کے درمیان ہونے والے مشاجرات اور اختلافات کی آڑ لے کر کچھ صحابہ کا احترام بیان کرتے ہیں اور کئی صحابہ پر طعن، تشنیع، تنقید اور تبراء کرتے ہیں، اس سے مقصود یہ ہے کہ رافضیت کیلئے وہ سہولت کاری کی جا سکے کہ جن کی بنیاد پر مسلمانوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس دور میں اس فتنے کا بانی 'فیصل آباد کا اسحاق جہالوی' تھا اور آج اس کا پیروکار 'مرزا علی محمد جہلمی' ہے، اس فتنے کا مقابلہ کرنے کیلئے دو کتابیں لازمی پڑھنی چاہئیں:

1۔ مقام صحابہ، مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ (اگر ایک مسلمان یہ کتاب پڑھ لے اور عوام میں اس کی اشاعت کرے یا اس سے حاصل شدہ مباحث کو پھیلانے میں محنت کرے تو یہ جدید رافضیت کا فتنہ اپنی موت آپ مر سکتا ہے۔)

2۔ فضائلِ صحابہ و اہل بیت اور مسائل محرم الحرام، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ (اس جدید رافضیت نے واقعہ کربلا کی آڑ لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین پر مبنی جو افکار معاشرے میں پھیلائے ہیں، اس کتاب میں اچھی طرح سے ان کا سدباب کیا گیا ہے اور اس کتاب کی سب بڑی خوبی یہ ہے کہ '14 اکابر علمائے اہلحدیث' نے اس کتاب کی تصدیق کی ہے کہ یہ سلفی منہج پر لکھی گئی ہے۔

3۔انکار حدیث

یہ تیسرا گروہ ہے جو عصر حاضر میں الحاد کو اپنا کندھا فراہم کر رہا ہے۔ پہلے پہل تو یہ فتنہ یوں تھا کہ 'صرف قرآن ہی دین ہے حدیث کا دین سے کئی تعلق نہیں' اور یہ نظریہ سر سید، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز نے شروع کیا تھا۔ لیکن جب اہل علم نے ان لوگوں کی تردید کی اور ان کے افکار و نظریات کا علمی رد کیا تو اب یہ لوگ جدید صورت میں اپنے افکار کے داعی بنے بیٹھے ہیں، اور وہ یوں کہ اب یہ لوگ حدیث کو بہ ظاہر تسلیم تو کرتے ہیں لیکن احادیث کو قبول کرنے کے جو تقاضے ہیں ان کا انکار کرتے ہیں، اور اس کیلئے وہ احادیث پر طرح طرح کے اعتراضات و شبہات وارد کرتے ہیں۔

موجودہ دور میں 'جاوید احمد غامدی' اس فتنے کا علم لہرائے ہوئے ہے، اور اس کے پیروکار بھی اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ وہ اس بات کا دعویدار بھی ہے کہ وہ حدیث کو حجت مانتا ہے، لیکن اپنی کتاب 'میزان' میں صاف لکھتا ہے کہ 'حدیث سے کوئی عقیدہ و عمل ثابت نہیں ہوتا۔' (میزان: 58)

اب ذرا خود ہی اندازہ کریں کہ یہ حدیث کی حجیت کا اقرار ہے یا انکار؟

حجیت حدیث کے حوالے سے چند کتابوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے:

1۔ حجیت حدیث، مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (اس کتاب میں اس فتنے کی قدیم اور جدید دونوں صورتوں کا رد کیا گیا ہے۔ اب یہ کتاب مزید اضافوں کے ساتھ 'مقالات حدیث' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔)

2۔ دوام حدیث، امام محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ آئینہ پرویزیت، مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ

4۔بدعتی گروہ

یہ چوتھا عنصر ہے جو الحاد کو اپنا کندھا مہیا کیے ہوئے ہے، کیونکہ اہل بدعت جب دین کا مسخ شدہ تصور لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو ایک عقل مند انسان دین ہی سے منحرف ہو جاتا ہے کہ یہ کیسا دین ہے جو اس طرح کی غیر فطری رسومات کی دعوت دیتا ہے، اس کی ایک مثال برصغیر کے عالم کی ہے جس کا نام 'غلام جیلانی برق' تھا، اس نے 'دو اسلام' کے نام سے انکار حدیث پر ایک کتاب لکھی اور اس کے مقدمے میں لکھتا ہے: "میں بدعتی رسم و رواج کے

سبب اسلام سے منحرف ہوا ہوں۔"

اسی طرح 'غازی محمود دھرم پال' (یہ مسلمان تھا پھر ہندو ہوا پھر بعد میں مسلمان ہو گیا) اپنی کتاب 'داستان غم' میں لکھتا ہے: "میں اسلام سے اس لئے منحرف ہوا تھا کہ جب مجھے بدعتی رسم ورواج کی دعوت دی گئی تو اسلام سے میرا اعتبار ہی جاتا رہا۔"

یہ چار فتنے ہیں جو الحاد کو اپنے کندھے مہیا کر رہے ہیں اور لوگوں کو قرآن و سنت سے دور کر رہے ہیں، ان کی پہچان کیلئے مندرجہ بالا مصادر کو لازمی پڑھنا چاہیے تاکہ ان فتنوں کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد ان کا رد کیا جا سکے اور معاشرے میں اسلامی عقائد وافکار کی ترویج کی جا سکے۔

فتنوں کے تدارک میں علماء وطلباء کا کردار

یہ ہمارے موضوع کا دوسرا حصہ ہے، اس کی مختلف اقسام بنا کر اس کو بھی بڑی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

1۔ علمی رسوخ: ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے سب سے پہلے علمی طور پر اپنے آپ کو مضبوط کرنا ضروری ہے۔ اور اپنے اندر علمی رسوخ پیدا کرنے کیلئے ہمیں یہ سوچ بدلنی ہوگی کہ "صرف قرآن و حدیث کا ترجمہ پڑھ لینا کافی ہے۔" کیونکہ اس سوچ کی وجہ سے طالب علم اصول فقہ کے علم سے متنفر ہو جاتا ہے، اصول حدیث کو بھی غیر ضروری سمجھتا ہے اور بقیہ معاون علوم وفنون سے بھی غفلت برتتا ہے۔

اگر صرف قرآن اور حدیث کا ترجمہ پڑھنا ہی علمی رسوخ کا ذریعہ مان لیا جائے تو پھر ہم میں اور اس جاہل انسان میں کوئی فرق نہیں جو ساری زندگی علماء کے دروس اور خطبات سنتا رہتا ہے لیکن اس میں کبھی علمی رسوخ پیدا نہیں ہوتا، حتی کہ عامی شخص اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کے متعلق بھی مکمل جانکاری حاصل نہیں کر پاتا، لہذا فتنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے علمی رسوخ اولین شرط ہے۔

2۔ عملی اقدامات: علمی رسوخ پیدا کرنے کے بعد ہمیں اپنے مقام کا تعین کرنا چاہیے کہ جب ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم انبیاء کے وارث ہیں، تو پھر ہم پر یہ حق بنتا ہے کہ اب اس پیغام کو آگے پہنچانے کیلئے لوگوں تک رسائی حاصل کریں اور اسلامی عقائد وافکار کی نشر واشاعت میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کریں۔

3۔ ضروریات دین کی تبلیغ: جب عوام سے ربط پیدا ہو جائے تو سب سے قبل انھیں ضروریات دین کی تبلیغ کریں، اسلام کے عقائد اور بنیادی مسائل کی تعلیم دیں، اور ان کے شبہات کا ازالہ کریں، کیونکہ اگر انسان کا عقیدہ مضبوط ہو جائے تو پھر وہ بڑی آسانی سے ان فتنوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اسی ضمن میں 'سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ' کا ایک واقعہ سنیے کہ وہ کہتے ہیں:

"میں نے اپنی زندگی میں علمی و کلامی فتنوں کو پڑھا ہے، جدید اور قدیم فتنوں کو ان کے اصل مصادر سے مطالعہ کیا، لیکن کبھی بھی کوئی فتنہ میرے دل میں اپنی جگہ نہ بنا سکا اور نہ کوئی شبہہ مجھے متاثر کر سکا۔"

پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہیں:

"جب میں چھوٹا تھا تو میرے بڑے بھائی 'حکیم سید ابو صہیب صاحب' محلے میں عورتوں کو 'تقویۃ الإیمان، شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ' کی کتاب پڑھایا کرتے تھے۔ میں اس وقت چونکہ چھوٹا تھا تو مجھے حکم دیتے تو میں پردے کے پاس کھڑے ہو کر اس کی قرات کیا کرتا تھا، اور بڑے بھائی پردے کے پیچھے سے ایک ایک بات کی تشریح و تفسیر کرتے رہتے تھے، اور میں نے کئی دفعہ اسی طرح اس کی قراءت کی تھی۔ اس دوران اسلامی عقائد اور اس کے جو دلائل میرے دل و دماغ میں راسخ ہو چکے تھے، اس کے بعد ساری زندگی کوئی بھی فتنہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا۔ (مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں: 8)

اس دنیا میں جتنے بھی ذرائع ابلاغ ہیں ان کے ذریعے اسلام کی دعوت کو اور ان فتنوں کی حقیقت کو سرعام نشر کرنا چاہیے اور یہ جو بیمار سوچ آج لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو چکی ہے کہ کسی پہ تنقید نہ کرو، اصل میں یہ اسلامی دعوت کے منہج سے ناواقف سوچ ہے۔ آپ دیکھیں کہ قرآن مجید کے اندر حق کی تائید بھی ہے اور باطل پر بھی تنقید ملتی ہے۔ اسلام توحید سکھاتا ہے تو شرک کی مذمّت کرتا ہے، سنت سکھاتا ہے تو بدعت کا رد بھی کرتا ہے، لہٰذا اس بیمار سوچ کے سبب اپنے فرائض کو نہیں چھوڑنا چاہیے، خواہ کوئی پروپیگنڈا کرتا رہے۔

آج دیکھ لیں کہ دنیا انہی علماء کا ذکر کرتی ہے کہ جنہوں نے اسلام کی مثبت دعوت بھی دی اور اپنے وقت کے فتنوں کا پوری طرح سے مقابلہ کیا، لہٰذا فتنوں کی تردید کرنے، ان پر تنقید کرنے میں اسلامی اسلوب کو اختیار کر کے ہم اپنی ذمے داریاں ادا کر سکتے ہیں۔

آخری نصیحت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جب فتنہ پھیل گیا تو سیدنا عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: "ما المخرج؟" کہ ان فتنوں سے چھٹکارا کیسے ممکن ہے؟ تو سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

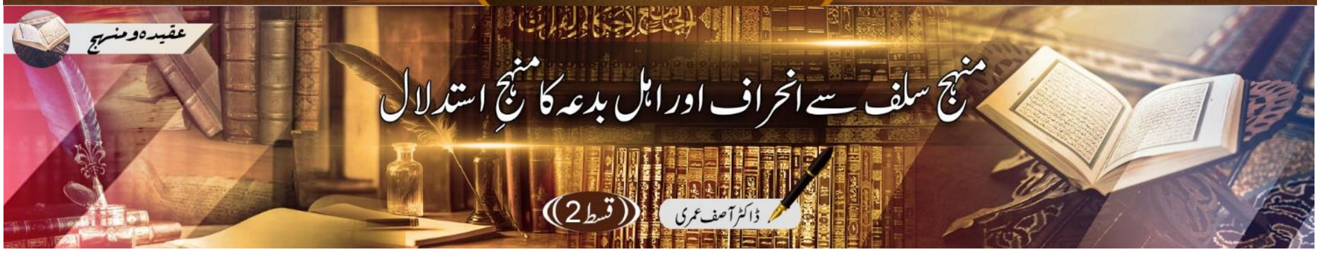
"كتابُ الله ما استبان لك فاعمل به،وما اشتبه عليك فكله إلى عالمه"

"اللہ کی کتاب سے جتنا بھی تم کو علم اور فہم حاصل ہے اس پر مضبوطی سے ڈٹے رہو، اور جس چیز کا علم نہیں اسے کسی عالم دین سے سیکھو۔" (مختصر قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی ص174)

آج اگر ہم بھی فتنوں کے دور میں عوام کو علماء اور دینی مراکز سے جوڑ دیں تو آدھے فتنے ویسے ہی ختم ہو جائیں گے، مثلاً ہم اپنے علاقے کے سلفی منہج اور اہل حدیث علماء کے قول و فعل کو مد نظر رکھیں تو اس سے بھی ہم سیکھ سکتے ہیں کہ موجودہ دور میں ایک عالم اور طالب علم کا کردار کیا ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب کا فہم نصیب کرے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

☆☆☆



1۔ شرعی دلائل پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ عقائد میں بھی بے سند اور من گھڑت قصے کہانیوں سے عقلیات کے نام پر منطق وفلسفہ سے استدلال کرتے ہیں۔

2۔ معتبر اصولوں کا نہیں بلکہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ اس منہج کے لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں۔

3۔ یہ لوگ صحابہ اور سلف صالحین کی تفسیر، ان کے آثار واعمال اور ان کی نصوص کو سمجھنے میں فہم وفراست سے ہر کسی پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ فہم صحابہ سے دور رہتے ہیں۔

4۔ یہ عقائد میں بھی تاویلات پر اعتماد کرتے ہیں یہ اللہ کی شان میں وہ باتیں کہتے ہیں جو اس کے شایان شان نہیں ہیں، یہ فتنوں کے دروازے ڈھونڈتے ہیں۔

5۔ یہ قرآن کی تشریح اپنی خواہشات سے کرتے ہیں۔

6۔ یہ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں بدعی الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسے جسم ہے، عرض ہے اور خود ساختہ اصولوں کی پیروی کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فہم و منہج کی پیروی عقائد واعمال کی گمراہیوں سے نجات ہے:

شریعت کے دو بنیادی مصادر ہیں، قرآن وسنت ان دونوں کی وہی تفسیر و تشریح معتبر ہوگی جو صحابہ کے طریقے سے آئے اور طریقہ صحابہ ہی کو فہم یا منہج سلف کہتے ہیں۔

طریقہ صحابہ کو ایک جگہ سبیل المؤمنین بھی کہا گیا اور جو کوئی بھی طریقہ صحابہ کو چھوڑ دے گا۔ اس کا انجام جہنم بتایا گیا۔

اگر ہم غور کریں تو پتا چلے گا کہ طریقہ صحابہ کو اپنا کر ہر قسم کی گمراہی سے ہم بچ سکتے ہیں کیونکہ طریقہ صحابہ وسبیل المؤمنین کی پیروی کا اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے شاگرد تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ہی قرآن مجید کا نزول ہوا، وہ ساری امت میں خیر القرون بہترین امت کہلائے، صحابہ منہج ہدایت کا معیار ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کی پیروی امت میں اتحاد واتفاق کی بنیاد ہے۔ طریقہ صحابہ ہی وسطیت (اعتدال) کا راستہ ہے ہر قسم کی بدعات سے پاک دور صحابہ کا تھا، منہج صحابہ بالکل فطری منہج ہے۔ یہ منہج مؤمنوں کے لیے رحمت ہی رحمت ہے، یہ منہج کسی پر ظلم کا قائل نہیں، یہ لوگوں پر ناحق ظلم سے ڈراتا ہے، یہ منہج بغیر کسی دلیل کے کسی بھی فرد یا فرقہ اور جماعت کو تکفیر (کافر کہنے) کا قائل نہیں۔

دین وشریعت کا علم کس سے حاصل کریں؟

قرآن مجید میں علم اور اہل علم کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، دین و شریعت کا علم در حقیقت ہر مسلمان پر فرض ہے یہ علم عبادت ہے۔ یہ عظیم نعمت ہے۔ یہ علم ہی ہے جو مخلوق کو خالق سے جوڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر اور بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کا فہم عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان اور حلال وحرام میں تمیز کا ذریعہ علم دین ہے، جو علم دین کے لیے کسی راستے پر چلتے ہیں انہیں جنت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ علم کس سے حاصل کریں؟

علم دین امانت ہے، یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہوتے ہیں، قیامت کے دن علم کے تعلق سے سوال کیا جائے گا۔ لہٰذا طلباء، نوجوانوں اور تمام مرد وخواتین پر لازم ہے کہ

وہ علم دین وہیں سے حاصل کریں جو علماء مستند پابند شریعت ہیں اور سلف صالحین کے طرز پر زندگی گزارتے ہیں قیامت کی نشانیوں میں یہ ایک نشانی ہے کہ علم کو اصاغر کے پاس تلاش کیا جائے گا۔ (شرح السنہ السلسلہ الصحیحہ:695)

ہمارے معاشرے میں کچھ ایسے نوجوان ہیں، جو انٹرنیٹ سے سیکھتے ہیں اور ایسے خطباء اور مقررین کو اپنا استاذ یا معلم بناتے ہیں جو کہ سلف صالحین کے طرز پر علم نہیں جانتے، یہ نہ شریعت کے بنیادی علوم سے واقف ہیں، نہ فقہ، حدیث، تفسیر کے اصول جانتے ہیں۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اصاغر سے مراد جاہل ہیں جو کتاب وسنت کا علم جانے بغیر ان کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔" (السلسلہ الاحادیث الصحیحہ:2/310)

افسوس ایسے جاہل اور کم علم لوگ، علماء کی تحقیر و تنقیص کرتے ہیں۔ اور دعوتی میدان میں بھی یہ لوگ طریقہ انبیاء کے خلاف صرف علم کلام اور منطق وفلسفہ کی اہمیت دیتے ہیں اور ان کے شاگرد بھی اسی طرز پر دین کی دعوت دیتے ہیں۔ قرآن وسنت سے زیادہ دیگر مذاہب کی کتابوں سے استدلال بلکہ قرآن

کی تلاوت کی طرح پڑھتے ہیں نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ آزادانہ خیال کا حامل ہے، وہ نہ علماء سے علم حاصل کرتے ہیں اور نہ اپنے طرز زندگی کو منہج سلف کے مطابق ڈھالتے ہیں بلکہ بعض تو اُلٹے سیدھے سوالات اور اندھی تقلید اور شخصیت پرستی میں خوارج کے نظریات اپناتے ہیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”تم یہ دیکھو کہ تم علم کس سے حاصل کر رہے ہوں کیوں کہ یہ دین ہے۔“(الکفایۃ للخطیب:139)

دور حاضر میں کتنے ہی گمراہ فرقے اور شخصیات ہیں جن کی تقاریر، محاضرات، بیانات اور کتابوں سے اچھے خاصے پڑھے لکھے نوجوان اہل علم اور دینی مدارس کے فارغ التحصیل سند یافتہ علماء گمراہ ہوئے، حد درجہ غلو افراط و تفریط کا شکار ہو گئے، تنقید کے نام پر صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں کیں، عقل اور نیچر کو بنیاد بنایا اور احادیث صحیحہ کا انکار کیا۔ موضوع، ضعیف اور اسرائیلی روایات پر عمل کیا۔ جیسے رافضی، خارجی، جہمی، قدری، معتزلی، ماتریدی وغیرہ۔ کچھ ایسے بھی مشہور و معروف مقررین، واعظین اور خطباء ہیں جن کا کوئی استاذ نہیں۔ انہوں نے صرف ذاتی مطالعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کر لیا، ان سے عامۃ المسلمین فتوے بھی پوچھتے ہیں، ان کا مصدر و مرجع انٹرنیٹ ہے، حالانکہ حصول علم کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ طلبہ اہل علم مستند علماء سے علم سیکھیں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کریں، کیونکہ صرف کتابوں کے مطالعہ سے حقیقی علم حاصل نہیں ہوتا۔ حصول علم کے لیے سلف کی کتابوں پر اعتماد کریں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ طالب علم کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اے میرے بھائی! تم اللہ کی کتاب کو لازم پکڑو، اس کو سمجھو پھر صحیحین (بخاری و مسلم) سنن نسائی، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی ریاض الصالحین اور اذکار کا مطالعہ کرو۔“(سیر اعلام النبلاء:340/11)

حصول علم کے لیے تسلسل و تدریج ضروری ہے، ساتھ ہی ساتھ، صبر، بلند ہمتی، جہدِ مسلسل کو اپنا شعار بنائے۔ طالب علم میں اخلاص، وللّٰہیت ہونا چاہئے اخلاص نہ ہو تو علم بے کار ہے، اخلاص نہ ہو تو وہ علم وبال جان بن جاتا ہے اور وہ دنیا پرست بن جاتا ہے، وہ اپنے علم اور دین کو دنیوی فائدے کے عوض بیچ ڈالتا ہے، جو کچھ علم سیکھے اس پر عمل بھی کرے کیونکہ علم درخت ہے، عمل اس کا پھل ہے۔ سلف کا معمول تھا جو وہ سیکھتے اس پر عمل کرتے تھے وہ با اخلاق اور کبار علماء کا احترام کرتے ہیں۔ معصیت اور گناہ سے بچتے ہیں۔

دعوت و تبلیغ میں سلف صالحین کا منہج:

دعوت دین امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ دعوت کے دو اقسام ہیں:

1۔ مسلمانوں میں گمراہ عقائد، اخلاق و اعمال کی اصلاح۔

2۔ غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت، شکوک و شبہات کا ازالہ توحید کی دعوت۔

دعوت کے لیے علم ضروری ہے، دعوت کی بنیاد قرآن وسنت پر ہونی چاہئے نہ کہ دیگر مذاہب کی کتابیں، صرف حوالہ حسب ضرورت دے سکتے ہیں دعوت میں حکمت و موعظت ضروری ہے۔ داعی کو نرم مزاج، صابر، فہم و فراست والا ہونا چاہئے، دعوت کا وہی طریقہ قابل قبول ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کے مطابق ہو۔

جہاں تک ایک مسلمان کا فقہی مذاہب (مذاہب اربعہ) کی تقلید کا مسئلہ ہے، اس سے متعلق یہ کہنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان پر ان مذاہب کی تقلید فرض نہیں بلکہ تمام پر اتباع سنت فرض ہے، اتباع سنت سے امت کے سارے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت اچھا ہے۔“(سورۃ النساء:59)

سلف صالحین کے منہج پر کار فرما داعیوں کو کسی بھی مسلک کے ائمہ و مقلدین سے تعصب رکھنے کی سلفیت دعوت نہیں دیتی۔ جدید مسائل (فقہ النوازل) میں بھی منہج سلف ضروری ہے، کیوں کہ اسلامی شریعت ہر زمان و مکان کے لئے ہے اور یہی وہ شریعت ہے جو تا قیامت رہے گی۔ ان شاء اللہ

آج فتنوں اور فتوؤں کا بازار گرم ہے، امت میں انتشار ہے، دین کے مسائل میں بغیر علم کے کلام کرنا سب سے بڑا جرم ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں بے شمار مسائل ہیں، ان میں انفرادی رائے اور فتوے اور اجتماعی فتوؤں کا لحاظ کیا جائے۔

منہج سلف کی ایک خصوصیت ہے کہ جن مسائل کا علم نہ ہو ان میں بغیر جھجک صاف کہہ دینا کہ

" لا أدري"

(میں نہیں جانتا) نصف العلم ہے، سلف صالحین مسائل متحدہ میں اس بات کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے امت میں انتشار پیدا نہ ہو اور عوام

فتنے میں نہ پڑ جائے۔

آدابِ اختلاف

باہم اختلاف کا ہونا فطری امر ہے لیکن مخالفت، مخاصمت اور دشمنی نہیں ہونی چاہیے، اختلاف کے بھی کچھ اصول و آداب ہیں، ان کا پاس ولحاظ رکھا جائے تو امت میں انتشار نہیں ہو گا۔

1۔ آپس میں حتی المقدور اختلاف سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

2۔اختلاف کی خبر کی صورت میں تحقیق کرنا چاہیے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

”اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے لیے پریشانی اٹھاؤ۔“ (سورۃ الحجرات:6)

3۔ مخالف کے ساتھ جس قدر ممکن ہو حسن ظن کا معاملہ کیا جائے، کیونکہ بدگمانی اختلافات کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾

”اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم کسی کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“ (سورۃ الحجرات:12)

4۔اختلافی امور میں مودت، محبت، نرمی اور احترام کے ساتھ اہل علم کا آپس میں مذاکرہ، مناصحہ احسن طریقہ سے ہونا چاہیے۔

5۔فریق مخالف کی غلطیوں کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا، شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔

6۔ مختلف فیہ مسائل کے حل کے لئے فریقین پہلی فرصت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو، اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول (ﷺ) کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔“ (سورۃ النساء:59)

7۔ عظیم ہدف اور مقصد کو پانے کی غرض سے اختلافی امور میں شرکت کی جائے، خواہشات نفس کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

﴿ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴾

”تاکہ حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے گو کہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔“ (سورۃ الانفال:8)

7۔ اچھے اسلوب اور اچھے انداز میں حسن اخلاق کے ساتھ گفتگو اور بات چیت کی جائے۔

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ﴾

”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نماز میں قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔“ (سورۃ البقرہ:83)

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

”اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے پورا واقف ہے۔“ (سورۃ النحل:125)

الغرض: اختلافی مسائل میں ہمیں خندہ پیشانی، خوش دلی، الفت و محبت اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے، بڑوں کی عزت کا خیال عفو، درگزر اور حق کے قبول کا جذبہ ہونا چاہئے۔

تنقید وجرح کے رہنما اصول:

اکثر لوگ تنقید کا مقصد ہی نہیں جانتے، تنقید برائے تنقید ہوتی ہے۔ حالانکہ اصلاح کے لئے ہونی چاہئے تنقید کا مقصد عیب جوئی، اور حقارت نہ ہو۔ تنقید زبانی ہو یا تحریری، کھرے کھوٹے کی پہچان، صحیح اور غلط حق وباطل کے درمیان تمیز کے لیے ہو۔ نقد وجرح کا عمل دینی احساس کی بنیاد پر ہو۔ مقصود رضائے الٰہی ہو، حسن نیت ہو، ڈپریشن، غصہ کے وقت کوئی تنقید

نہ کی جائے۔ تنقید کا مقصد، خیر خواہی ہو، فتنہ و فساد نہ ہو۔ تنقید کا مقصد تعمیر اصلاح ہونی چاہیے۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

”(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“(سورة الحجرات:10)

کسی فرد و جماعت پر تنقید و جرح کرتے ہوئے عدل وانصاف کا دامن نہ چھوٹے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾(سورة المائدہ:8)

”اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔“

کسی کی غلطی بڑھا کر پیش نہ کریں۔ کسی پر حکم لگانے یا تنقید کرنے سے پہلے زبان کھولنے یا قلم چلانے سے پہلے اللہ کا ڈر ہونا چاہیے۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

”(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔“(سورة ق:18)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾

”اے ایمان والو! بہت بد گمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم کسی کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“

☆☆☆

مولانا شعیب احمد میرپوری امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ و حاجی محمد اسحاق کو صدمات

مولانا شعیب احمد میرپوری امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی بزرگ ہمشیرہ 94 سال کی عمر میں ڈیوزبری میں وفات پا گئیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، اللَّهُمَّ أغفر لها وارحمها وعافها وأعف عنها،وأكرم نزلها ووسع مدخلها واغسلها بالماء والثلج والبرد ونقها من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الأبيض اللَّهُمَّ أدخلها الجنة وأعذها من عذاب القبر وعذاب النار.

یہ چوہدری حبیب احمد، کونسلر الیاس، منیر فیاض، چوہدری وقاص بانبری کی بہن اور کونسلر عبد الرزاق ڈیوزبری کی والدہ تھیں، ان کی نماز جنازہ اور تدفین سے فراغت ہوئی، ان کی قبر کے پہلو میں ایک اور قبر تیار تھی تاکہ کسی اور میت کو وہاں دفن کر سکیں۔

چوہدری محمد اسحاق ڈیوزبری کے فرزند کامران اسحاق جو 40 سال کی عمر کے تھے، انہوں نے بھی مرحومہ عائشہ بی بی کو مٹی اور ان کے پہلو میں خالی قبر کو دیکھ کر کہ پتہ نہیں اس میں کون دفن ہوں گے۔ وہ رات میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز عشاء ادا کی، مسجد ان کے گھر کے سامنے ہی ہے اور سو گئے، رات 2 بجے دل میں درد ہوا، فوری گھر والوں نے ایمبولینس بلائی اور اتنی ہی دیر میں وہ مالک حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله وانا اليه راجعون، اللَّهُمَّ أغفر له وأرحمه وعافه وأعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الابيض، اللَّهُمَّ أدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر وعذاب النار

دن میں جونانی صاحبہ کی تدفین سے فارغ ہوئے تھے، رات میں خود بھی نانی کے پہلو کی قبر کے مہمان ثابت ہوئے، اس طرح دو فوتگیوں سے ایک ہی خاندان میں قیامت برپا ہو گئی اور بہت ہی بڑی اور وسیع و عریض مسجد تنگ دامانی کا شکار ہو گئی، اس وقت فارسی کا ایک شعر یاد آ رہا ہے۔

گر پیرے نود سالہ سمیرد عجبے نیست
ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

”اگر نوے سال کے بوڑھے کی وفات ہو جائے تو تعجب کی بات نہیں ہے، مگر ایک نوجوان کا انتقال ہوتا ہے تو بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔“

اس نوجوان کے جنازہ میں پورے برطانیہ سے اقارب واحباب کثیر تعداد میں نماز جنازہ میں شریک تھے۔ چوہدری ممتاز، چوہدری عبد الرزاق، چوہدری اقبال، حاجی محمد حنیف، حاجی ذوالفقار قریشی، حاجی عبد الجبار قریشی، عبد الغفور قریشی، عبد الشکور قریشی ڈڈلی، قاری سید یعقوب علی اور بہت سے اقارب واحباب شریک جنازہ و تدفین تھے۔ عبد الرحمٰن قریشی، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا عبد الہادی العمری، محمد عمر، مولانا حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، محمد عبد الروؤف ریاضی، حافظ عبد الرافع ریاضی، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور بہت سے احباب اور علمائے کرام نے ان دونوں اموات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے اللہ کریم سے دعا کی کہ اے اللہ! ان دونوں مرحومین کی مغفرت فرما دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

رپورٹ: ڈاکٹر عبد الرب ثاقب



پھلوں اور اناج میں زکوۃ کے مسائل

مقبول احمد سلفی

اللہ رب العزت نے انسانوں کی تخلیق کرکے ان کی ضروریات کی تکمیل کے سارے اسباب مہیا فرما دیئے۔ کھانے پینے کے واسطے مختلف قسم کی غذائیں، انواع واقسام کے اناج، طرح طرح کے میوے، ہری ہری سبزیاں اور حلال جانوروں کے لذیذ گوشت میسر کردئے۔ انسان اللہ کی ان مختلف غذاوں سے جی بھرکر لطف اندوز ہوتا ہے اور اپنے خالق کی اس عظیم نعمت وصنعت پر شکر بجالاتا ہے۔ جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے یا ان کے بدلے شکر گزاری سے انحراف کرتا ہے وہ اپنے خالق ومالک کا ناشکرہ ہے۔

سورہ رحمٰن میں اللہ نے متعدد نعمتوں کا ذکر کیا ہے، ان میں زمین سے پیدا ہونے والے غلوں اور پھلوں کا بھی ذکر ہے۔ ان نعمتوں کا تذکرہ کرکے کہا کہ تم کون کون سی نعمتوں کا انکار کروگے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ 0 وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ 0 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾(سورۃ الرحمن:11-13)

"جس میں میوے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں اور بھس والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاوگے۔"

کسان اپنے کھیتوں میں بیج بوتا ہے اور کافی محنت کرتا ہے مگر نتیجہ یعنی پھل اللہ ہی اگاتا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی اناج اور پھلوں کو پیدا کرنے والا نہیں ہے چنانچہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیڑ پودے کے خالق نے کہا:

﴿ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ 0 أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ﴾ (سورۃ الواقعہ:63-64)

"اچھا یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، کیا اسے تم ہی اگاتے ہو، یا اگانے والے ہم ہیں۔"

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اللہ کی نعمتوں پہ اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ پھلوں اور غلوں میں اللہ نے زکوۃ فرض کیا ہے اس کی ادائیگی مال کی پاکی کے ساتھ اللہ کا شکر بجالانا بھی ہے۔ اللہ زمینی پیداوار کا حق ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ﴾ (سورۃ الأنعام:141)

"ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔"

اس بات کا ذکر دوسرے مقام پہ اللہ نے اس انداز میں بھی کیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ﴾ (سورۃ البقرۃ:267)

"اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔"

کن کن چیزوں میں زکوۃ دی جائے گی؟

تمام قسم کی زمینی پیداوار میں زکوۃ نہیں ہے، نبی ﷺ نے بیان کیا ہے کہ چار قسم کے اناج اور پھلوں میں زکوۃ دینا ہے۔

سیدنا موسی بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

كان عِندنا كتابُ معاذِ بنِ جبلٍ – رضي اللهُ عنه –، عن النبيِّ – ﷺ –: أنَّه إنَّما أمَرَه أن يَأْخُذَ الصَّدقةَ: من الحِنْطةِ، والشَّعيرِ، والزَّبيبِ، والتَّمْرِ.

"ہمارے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وہ تحریر ہے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں عطا کی تھی جس میں انہوں نے ان کو حکم فرمایا تھا کہ گندم، جو، منقی اور کھجور میں سے زکوۃ لی جائے۔"

بعض روایات میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے مگر شیخ البانی نے پانچویں چیز مکئی کے ذکر والی روایت کو منکر کہا ہے اور مکئی کے بغیر چار چیزوں والی حدیث صحیح کہا ہے۔ (ضعیف ابن ماجہ:358)

مذکورہ حدیث کی چار چیزوں میں سے دو گندم وجو کا تعلق اناج اور دو منقی وکھجور کا تعلق پھل سے ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ غلہ اور پھل دونوں پر زکوۃ ہے مگر ہر قسم کے اناج اور پھل پہ زکوۃ نہیں ہے۔ یہاں چار چیزیں معلوم ہوگئیں اور چار کا ہی تذکرہ ہونے کا سبب اس زمانے کے مطابق ہے چار میں محصور کرنا مقصود نہیں ہے، ان کے علاوہ ہر قسم کا اناج اور پھل جو وزن کیا جاسکے اور ذخیرہ کیا جاسکے ان سب پر زکوۃ ہے۔ گویا اناج اور پھلوں میں زکوۃ کے لئے دو صفات ہونی چاہئے ایک وزن کے قابل ہونا دوسری ذخیرہ اندوزی کے قابل ہونا۔ ان دو صفات کی روشنی میں اناج میں گندم وجو کے علاوہ چاول، دال، مکئی، موم پھلی وغیرہ اور پھلوں میں کھجور ومنقی (کشمش) وغیرہ پر زکوۃ ہے۔

پھلوں میں کسی قسم کے میوے مثلا آم، امرود، سیب، ترانگور، انار، موسمی وغیرہ پہ زکوۃ نہیں ہے اور

کسی قسم کی سبزیوں پر بھی زکوۃ نہیں ہے یعنی پیاز، لہسن، گاجر، مولی، ساگ وغیرہ میں زکوۃ ادا نہیں کرنی ہے۔ ترکھجور اور انگور میں زکوۃ نہیں ہے، سوکھ جانے پر زکوۃ ہے۔ گنا، انجیر، زیتون اور شہد میں زکوۃ نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم رہے کہ زکوۃ کے وہیں آٹھ مصارف ہیں جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت نمبر بائیس میں ہے۔

زکوۃ کی مقدار کیا ہے؟

اوپر جن پیداوار میں زکوۃ کا ذکر کیا گیا ہے ان کا پانچ وسق ہونا ضروری ہے تب ہی زکوۃ فرض ہوگی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

لیسَ في حَبٍّ ولا تَمْرٍ صَدَقَةٌ، حتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، ولا فِيما دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، ولا فِيما دُونَ خَمْسِ أواقٍ صَدَقَةٌ (صحیح مسلم:979)

"نہ غلے میں صدقہ ہے نہ کھجور میں حتیٰ کہ وہ پانچ وسق تک پہنچ جائیں اور نہ پانچ سے کم اونٹوں میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں صدقہ ہے۔"

اس حدیث کی روشنی میں پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں دینی ہوگی۔ اب جاننا یہ ہے کہ پانچ وسق آج کے زمانے میں کتنا کلو گرام ہوتا ہے؟ (سنن ابن ماجہ:361؛ سنن ابوداؤد:1559) میں ایک وسق کی مقدار ساٹھ صاع بتلائی گئی ہے مگر یہ روایت سندا ضعیف ہے، ارواء الغلیل میں اس روایت پہ بحث کرتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے دوسرے طریق بھی ہیں اور اس کا شاہد بھی ہے۔ (إرواء الغلیل:3/280)

امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع میں سنن ابوداؤد کی روایت ذکر کرکے ضعف کا حکم لگایا ہے اور کہا ہے کہ اس کے معنی پہ اجماع ہوا ہے۔ امام ابن المنذر رحمہ اللہ وغیرہ نے اس بات پہ اجماع نقل کیا ہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

جب ایک وسق ساٹھ (60) صاع کا ہوگا تو پانچ وسق برابر تین سو (300) صاع ہوگا۔ زکوۃ الفطر میں ایک صاع کا وزن عام طور سے تقریبا ڈھائی کلو (2.5) مانا جاتا ہے، شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے یہاں ایک صاع تین کلو اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے یہاں 2 کلو صفر چار (2.04) کے برابر ہے۔ اگر ڈھائی کلو کے حساب سے تین سو صاع کا حساب لگاتے ہیں تو اناج اور پھلوں میں زکوۃ کی مقدار تقریبا سات سو پچاس (750) کلو گرام ہوگی۔ اس سے کم ہو تو پھر زکوۃ فرض نہیں ہے، ہاں تھوڑا بہت کم ہو تو زکوۃ دینی ہوگی کیونکہ یہ وزن بھی دوسرے اہل علم کی پیائش کے حساب سے زیادہ ہے۔ یہاں یہ بھی دھیان رہے کہ صاع میں اختلاف کی وجہ سے پانچ وسق کا انگریزی وزن دوسرے علماء کے یہاں فرق فرق ہو سکتا ہے۔ شیخ ابن باز کے یہاں نو سو (900) کلو بنتا ہے اور شیخ ابن عثیمین کے یہاں چھ سو بارہ (612) کلو بنتا ہے۔

پھلوں اور اناج میں زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ

زکوۃ کی دوسری اصناف میں نصاب کے ساتھ ایک سال پورا ہونے کی شرط ہے جبکہ اناج و پھل کی زکوۃ اسی وقت ادا کرنی ہے جس وقت کاٹا جائے جیسا کہ اوپر سورہ انعام کی آیت گزری ہے یعنی ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے۔ اس لئے جب کوئی گندم، جو، چاول، دال، کشمش، کھجور وغیرہ کی فصل کاٹے اور ان کی مقدار سات سو پچاس کلوگرام کے برابر ہوجائے تو اس کی زکوۃ ادا کرے۔ ان اشیاء میں دوطرح سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عن رسولِ اللهِ ﷺ: أنه سنَّ فيما سقتِ السماءُ والعيونُ أو كان عثرِيًّا العشرُ وفيما سُقيَ بالنضحِ : نصفُ العشرِ .(صحیح ترمذی:640)

رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ جاری فرمایا کہ جسے بارش یا چشمے کے پانی نے سیراب کیا ہو، یا عثری یعنی رطوبت والی زمین ہو جسے پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو تو اس میں دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جسے ڈول سے سیراب کیا جاتا ہو اس میں دسویں کا آدھا یعنی بیسواں حصہ زکاۃ ہے۔

پہلا طریقہ:

جو زمین آسمانی بارش یا نہر و تالاب کے پانی سے سیراب کی جائے یا اس میں پانی کی ضرورت ہی نہ پڑے تو اس زمین سے حاصل شدہ پیداوار پہ دسواں حصہ زکوۃ دینی ہوگی یعنی دس حصے میں سے ایک حصہ یا کہہ لیں کل پیداوار کا دس فیصد۔

دوسرا طریقہ:

جو زمین بورنگ، کنواں اور نل وغیرہ سے آبپاشی کی گئی ہو اس کی پیدوار میں بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد زکوۃ دینی ہوگی۔

زکوۃ ادا کرتے وقت پیداوار پہ سیرابی کے علاوہ دیگر مصروفات کا اعتبار نہیں ہوگا بالفاظ دیگر زمین کی جتائی، کھاد، دیکھ ریکھ، کٹائی اور مزدوری وغیرہ پہ صرف کئے پیسے کی وجہ سے عشر یا نصف عشر پہ فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی زکوۃ دیتے وقت یہ اخراجات نکال کر زکوۃ دی جائے گی۔

بٹائی، ٹھیکہ، بھرنا اور کھیتی کا مشروط طریقہ

سماج میں کھیتی باڑی کے متعدد طریقے رائج ہیں، ہمیں ان کی شرعی حیثیت جاننے کی ضرورت ہے تاکہ غیر شرعی طریقے سے بچا جاسکے۔

ایک مسئلہ بٹائی کا ہے یعنی ایک شخص زمین دے اور دوسرا کھیتی کرے اور پیداوار آپس میں برابر برابر بانٹ لے۔ یہ معاملہ زمین بٹائی پر دینے کا ہے، اس

میں کوئی حرج نہیں ہے، نبی ﷺ نے خیبر کی زمین بٹائی پہ لگائی تھی ، اس کی پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو ملتا تھا۔ بٹائی میں لگانی اور پیداوار کا معاملہ طے ہونا چاہئے یعنی کاشت کاری پہ ہونے والے اخراجات کا معاملہ طے اور واضح ہو، نفع میں دونوں طے شدہ مقدار میں شریک ہوں گے اور نقصان کی صورت میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔ جب پیداوار تقسیم ہو جائے اور کاشت کار وزمین مالک کی پیداوار نصاب تک پہنچ جائے تو دونوں اس کی زکوۃ ادا کریں گے۔ نصاب تک نہیں پہنچے تو زکوۃ نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ بھرنا کا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ قرض حاصل کرنے کے لئے زمین گروی رکھی جاتی ہے اور جب تک قرض نہیں لوٹایا جاتا تب تک مرتہن زمین میں کاشت کرتا ہے یا اس سے دوسرا فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ معاملہ شرعا جائز نہیں ہے۔ جب کوئی قرض حاصل کرے اور قرض کے بدلے کوئی چیز بطور ضمانت گروی رکھ دے، اس حد تک معاملہ جائز ہے مگر جو چیز بطور ضمانت رہن رکھی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے جبکہ یہاں بھرنا میں زمین سے فائدہ اٹھا یا جارہاہے، اگرچہ قرض دار کی طرف سے زمین سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہو پھر بھی جائز نہیں ہے کیونکہ قرض کی مہلت کے بدلے یہاں فائدہ اٹھایا جارہاہے جو کہ سود کی شکل ہے۔

اس گروی رکھی زمین سے فائدہ اٹھانے کی جائز شکل موجود ہے کیوں نہ ہم جائز طریقے سے فائدہ اٹھائیں۔ قرض لینے والا مرتہن سے مزارعت (بٹائی) کا معاملہ طے کرلے اور اس کی پیداوار سے اپنا حصہ لیا کرے یا اپنا حصہ چھوڑ کر اتنا قرض میں کم کروالے۔ اسی طرح زمین کرائے پر بھی دے سکتے ہیں جس طرح مکان یا تجارتی زمین کرائے پر لگائی جاتی ہے۔

ان دو صورتوں میں قرض دار اور قرض خواہ دونوں ائز طریقے سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ زمین کرایہ پر دینے کی صورت میں اس کا عشر یا نصف عشر کاشت کار پر ہوگا۔

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"زمین سے اگنے والے دانوں اور پھلوں کی زکوۃ کاشت کار پر واجب ہے اگرچہ زمین اجرت پر لی گئی ہو اور جس شخص نے زمین اجرت پر دی اور اس کی بطور اجرت لی ہوئی رقم اگر نصاب کو پہنچ گئی اور ٹھیکہ کی تاریخ کے اعتبار سے اس پر سال گزر گیا تو اس پر اس رقم کے اعتبار سے زکوۃ دینا واجب ہے۔" (دائمی کمیٹی فتوی:9388)

تیسرا معاملہ بعض علاقوں میں "من کھپ" کا ہے یعنی زمین والا دوسرے شخص کو اس شرط پہ کھیتی کے لئے زمین دے کہ فی کٹھہ (720 یا 1361 اسکوائر فٹ) ایک من اناج دے گا۔

یہ معاملہ مشروط طریقے سے زمین بٹائی پر دینے کا ہے، اس میں شرعی طور پر قباحت ہے۔ جب زمین والا فی کٹھہ ایک من اناج طے کرلیتا ہے تو نقصان کی صورت میں صرف عامل کو خسارہ ہوگا۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ آسمانی آفات کی وجہ سے مکمل فصل برباد ہو جائے ایسی صورت میں عامل کا اپنا جو نقصان ہوا، ہوا ہی، زمیندار کو فی کٹھہ اناج اپنے گھر سے دینا پڑے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ۔

زکوۃ ادا کئے گئے اناج اور پھل کی قیمت پر زکوۃ

بہت سے کاشت کار اپنی پیداوار بیچ دیا کرتے ہیں، ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عشر یا نصف عشر جو ادا کیا تھا وہی کافی ہے یا بیچنے کے بعد اس کی قیمت پر پھر سے زکوۃ دینی ہوگی؟

اس کا جواب جاننے سے پہلے ایک بات یہ جان لی جائے کی کہ زکوۃ نفس مال میں سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس قیمت اور یا اس کے مشابہ کوئی دوسری چیز بھی دے سکتے ہیں، یہ زکوۃ کی تمام اقسام میں جائز ہے مثلا سونے کی زکوۃ دیتے وقت سونا ہی بطور زکوۃ دینا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت دینا کافی اور جائز ہے۔

اب سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے غلہ / پھل سے اس کی کٹائی کے بعد زکوۃ ادا کر دیا پھر جو غلہ / پھل بچا اسے بازار میں بیچ دیا۔ بیچنے کے بعد جو قیمت ہاتھ آئی وہ سونا اور چاندی کے قبیل سے ہے۔ اس پر بھی زکوۃ ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ یہ قیمت سونا یا چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو اور اس پر ایک سال کا وقفہ گزر جائے جبکہ غلہ اور پھل کی صورت میں محض ایک بار شروع میں زکوۃ دینی ہوتی ہے بعد میں وہ سالوں پڑا رہے اس کی کوئی زکوۃ نہیں ہے۔

میوے اور سبزیوں کی تجارت پر زکوۃ

اوپر ہم جان چکے ہیں کہ کسی قسم کے میوے اور کسی قسم کی سبزی پر زکوۃ نہیں ہے، ہاں اگر کوئی سبزیوں اور میوے کی تجارت کرتا ہے مثلا ساگ، آلو، پیاز، ٹماٹر، سیب، انار، جانوروں کا چارہ وغیرہ تجارت کی غرض سے کاشت کرتا ہے تو ان کی اشیاء میں زکوۃ نہیں ہے مگر ان کی تجارت سے جو مال حاصل ہوگا اس پر زکوۃ ہوگی بشرطیکہ مال نصاب تک پہنچتا ہو اور ایک سال گزر جائے۔

☆☆☆

امام ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دیدار الٰہی کا حصول ہی وہ نتیجہ اور پھل ہے کہ جس کو حاصل کرنے کے لیے سبقت کرنے والے سبقت کرتے ہیں کوشش کرنے والے کوشش کرتے ہیں اور وہی ہر چیز کے مقصد کی انتہا ہے۔"

(عقیدہ واسطیہ:459)



مشاہدات امریکہ

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

(قسط 03)

آج کی صحبت میں ان چند عجائب گھروں کا تذکرہ کرتا چلوں جو ہم نے مختلف ایام میں دیکھے، انگریزی کا میوزیم اور عربی کے متحف میں سے مجھے عربی تعبیر زیادہ موزوں نظر آتی ہے کہ اس کا ترجمہ ہوگا۔ 'دارِ تحائف'۔ آپ خوشی سے اسے عجائب گھر کہہ لیں۔

1۔ ہوائی جہازوں اور خلانوردی کا میوزیم

امریکہ نے اس صنعت میں جو مقام پیدا کیا ہے تو اس کا عروج امریکہ کے متاحف میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کئی سال قبل ہوسٹن (ٹیکساس) کا میوزیم دیکھ چکا ہوں کہ جس میں کسی موضوع پر قدیم ترین سے لے کر جدید ترین ایجادات سجا دی گئی تھیں۔ چاند پر امریکہ کے اپالو 11 کے اترنے کی ساری کہانی تصاویر، مجسّمات اور خلائی اڑن کھٹولے کی شکل میں سامنے رکھ دی گئی تھی۔

ہمیں اس بڑے سے ہال میں بھی جانے کا موقع ملا جہاں ہم تھیٹر نما کمرے کی عقبی سیٹوں پر یوں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے سامنے شیشے کی اسکرین تھی اور اس کے آگے خلائی جہاز کو فضا میں بلند کرنے، زمین کی کشش کے زاویے سے نکلنے اور پھر چاند پر اترنے کے تمام مراحل کو کنٹرول کرنے والا عملہ اپنی اپنی نشستیں سنبھالے بیٹھا تھا۔ ان کے سامنے ایک گرانڈیل ٹی وی اسکرین تھی جس پر وہ ساری کارروائی کو دیکھ سکتے تھے، یہ واقعہ تو جولائی 1969 میں ہو چکا تھا۔ نیل آرمسٹرانگ نے چاند پر پہلا قدم رکھا تھا۔ پھر بالائی فضا میں خلائی اسٹیشن قائم کرنے اور خلانوردوں کو وہاں لیجانے کا عمل جاری رہا کہ جس کا مشاہدہ بھی روٹین کے عمل میں داخل ہو گیا۔

واشنگٹن کے میوزیم کا کیا کہنا!! اس ہال کی وسعت کا آپ خوب اندازہ لگا سکتے ہیں، جس میں چھوٹے جہازوں کو چھوڑیے، بوئنگ کے مختلف سائز کے کئی جہاز بھی سما سکتے تھے۔ ہم نے جن تین مشینوں کو قریب دیکھنے کی کوشش کی، اس میں بوئنگ B29 کا وہ جہاز بھی تھا جس نے 1945 میں ہیروشیما اور ناگاساکی (جاپان) پر بم برسایا تھا۔

خلاء نوردی میں استعمال ہونے والا ایک متوسط سائز کا وہ جہاز دیکھا جسے ڈسکوری (DISCOVERY) کا نام دیا گیا تھا۔

اور پھر برطانیہ و فرانس کی ملی بھگت سے وجود میں آنے والا دنیا کا تیز ترین مسافر جہاز جسے کانکرڈ (CONCORD) کہا جاتا ہے۔

ہم پہلے اسی جہاز کا تعارف پیش کرتے ہیں، پھر باقی دونوں جہازوں کا تذکرہ کریں گے۔

کانکرڈ نے اپنی پہلی پرواز 21 اکتوبر 1976 میں کی تھی اور پھر 25 سال بعد 2001 میں اسے طاق نسیاں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

کانکورڈ جس کی رفتار 1350 میل فی گھنٹہ بتائی جاتی ہے اور جو ساٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا ہے اور جس نے نیویارک اور لندن کی چھ گھنٹے کی عام پرواز کو اس کے نصف وقت تک پہنچا دیا تھا۔ اس زمانے کا ایک عجوبہ تھا اور اس لحاظ سے مجھے میوزیم کے لئے عجائب گھر کی اصطلاح کو سرفہرست رکھنا ہوگا۔

اور پھر اسی جہاز کے حوالے سے مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔

لندن میں اسلامی شریعت کونسل، مسلم کمیونٹی کے عائلی مسائل (نکاح، طلاق، وراثت) کے مسائل کا سامنا کرتی ہے اور ان کے مناسب حل پیش کرتی ہے۔ کئی سال قبل ہمارے پاس وراثت کا ایک نادر معاملہ پیش کیا گیا تھا جس میں شرق اوسط کے ایک انتہائی امیر خاندان کے سربراہ کی وراثت کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ اس شخص کی دو بیویوں سے ہونے والی اولاد باہم سر بگریباں تھی۔

مسئلہ یہ تھا کہ متوفی نے رفاہی کاموں کے لئے اپنے کل جائیداد میں سے ایک تہائی کی وصیت کر رکھی تھی کہ جس کی شریعت میں گنجائش موجود ہے۔ یہ ایک تہائی (ثلث) پندرہ ملین ڈالر کے مساوی تھا۔ فریقین (یعنی دو ماؤں کی اولاد) کے درمیان اس رقم پر اپنے اپنے استحقاق کا دعویٰ پیش کر رہے تھے۔ ایک فریق برطانیہ میں اور دوسرا فریق امریکہ میں رہائش پذیر تھا۔

یہاں مجھے اس سارے قضیہ نامرضیہ کی تفصیل میں نہیں جانا ہے کہ اس کی شاخیں متعدد ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ

فریق ثانی نے اپنا اٹارنی (یعنی وکیل) نیویورک سے روانہ کیا جو کانکورڈ کی سواری کے مزے لیتا ہوا ہمارے سامنے صرف یہ کہنے کے لئے پیش ہوا کہ ہم نہ ہی آپ کی کونسل کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے حلقہ صلاحیت (JURISIDICTION) کو اور یہ پیغام ہانکنے کے بعد وہ صاحب جو پچھلی رات کو وارد ہوئے تھے، اگلی پرواز سے روانہ بھی ہو گئے۔

اب آیئے بمبار جہاز کی طرف!

پائلٹ نے اپنی ماں کے نام پر اس جہاز کا نام رکھا ہے

یعنی (ENOLA GAY) اور جس بم کو اس نے اپنے بطن میں چھپا رکھا تھا اُسے (LITTLE BOY) کا نام دے رکھا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ وزن کے اعتبار سے تو وہ 4400 کیلو گرام کا حامل تھا لیکن تباہی و بربادی کے اعتبار سے اس بم کا دائرہ عمل گویا اس بم کے برابر تھا جس میں پندرہ ہزار کلو گرام کا بارود چھپا ہوا ہو۔

اب کچھ DISCOVERY کا بیان ہو جائے!

یہ وہ جہاز ہے کہ جس میں خلانورد سوار ہوتے ہیں اور جیسے تین راکٹوں کی مدد سے بالائی فضائیں پہنچایا جاتا ہے۔ یہ راکٹ اپنی حیرت انگیز رفتار کی بنا پر اس جہاز کو زمین کی بالائی فضا (یعنی 4ر سو کیلو میٹر تا 6 سو کیلو میٹر کی بلندی کے مابین) تک پہنچا کر اپنا کام مکمل کر لیتے ہیں۔ پھر یہ جہاز خلاء میں موجود اس خلائی اسٹیشن تک جا پہنچتا ہے جو پہلے سے خلاء میں گردش کر رہا ہے، اس محو پرواز جہاز کا اس متحرک خلائی اسٹیشن کے ساتھ اس طرح جڑ جانا کہ جہاز میں موجود خلانورد اسٹیشن میں اتر سکیں اور وہاں پر موجود خلانورد پھر اس جہاز میں سوار ہو سکیں، ایک عجوبہ روز گار مشن ہے جو خلائی تحقیق کے امریکی سنٹر NASA کا مرہون منت ہے اور یوں ان خلا بازوں کی ایک جماعت خلائی اسٹیشن میں اپنی مقررہ مدت گزارنے کے بعد زمین پر واپس آسکتی ہے اور اس کی جگہ دوسری پارٹی لے لیتی ہے۔ یہ خلا باز مختلف تجربات کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور پھر ان کے مشاهدے ہیں آسمان کے وہ لاکھوں، کروڑوں بلکہ کھربوں سیاروں، سیارچوں کا ایک نیا افق نمودار ہو جاتا ہے جو زمین کی آنکھ سے مشاہدہ کرنے والوں کے لئے میسر نہیں ہے۔ ڈسکوری نے 3 اگست 1984 کو اپنی پہلی پرواز سے اپنی 27 سالہ سروس کا آغاز کیا تھا۔ اس دوران اس نے 39 پروازیں پروازیں مکمل کیں،

زمین کے گرد 5830 چکر لگائے اور کوئی 148 ملین میل کا سفر طے کیا۔

24 میل کی بلندی پر اس مشن کی رفتار 2695 میل ریکارڈ کی گئی اور جوں جوں وہ بلند ہوتی گئی اس کی رفتار میں اضافہ ہوتا رہا۔

☆ افرو امریکن (سیاہ فام امریکن) کا تاریخی میوزیم

برطانیہ آمد (1976) سے قبل مجھے امریکہ کی تاریخ کا اتنا تفصیلی علم نہ تھا۔ اسی سال امریکی سیاہ فام مؤلف ایلیکس ہالے (ALEX HALEY) کا مایہ ناز ناول بعنوان ROOTS, شائع ہوا۔ مؤلف اس سے قبل مالکم ایکس کی سوانح عمری پر مشتمل کتاب شائع کر چکا تھا جو خود اس کے لیے اپنے خاندان کے شجرۂ نسب کو جاننے اور اس کی جڑوں تک پہنچنے کی جستجو کا باعث بنا۔ اس کی یہ جد و جہد اسے سات نسلوں پہلے اس کے مورث اعلیٰ کے وطن گامبیا پہنچا گئی۔ بالآخر وہ یہ جاننے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کے خاندان کا وہ پہلا فرد جو امریکی بحری قزاقوں کے ہتھوں پابند سلاسل ہو کر امریکہ لایا گیا تھا وہ اپنے قبیلے کا ایک معزز نوجوان تھا۔ جسے اس ناول میں کنٹو کنٹے KUNTU KINTE کا نام دیا گیا ہے، اس کی ولادت 1822 کے لگ بھگ تھی، اس کی درد بھری داستان اس ناول کے صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جو کہ سفید فام امریکیوں کی بہیمیت، بربریت اور غلاموں کے ساتھ ان کے غیر انسانی سلوک کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کرتی ہے۔

1977 میں اس کہانی کو ٹیلی ویژن سیریز کی شکل میں پیش کیا گیا تو اس نے مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے، کوئی 130 ملین کے قریب ناظرین سے اسے پذیرائی ملی۔ اس کی زندگی اس عزم کے ساتھ گزرتی رہی کہ "یا تو کوئی راستہ ڈھونڈ لو یا پھر خود راستہ بنالو۔" جہاں مؤلف کو اس کتاب کی وجہ سے شہرت دوام حاصل ہوئی وہاں اس کتاب نے سفید فام امریکہ کی تاریخ کا ایک سیاہ باب بھی روز روشن کی طرح عیاں کر دیا۔

2016 یعنی کوئی سات سال قبل واشنگٹن کی مرکزی شاہراہ (شارع دستور) پر تعمیر کردہ اس میوزیم نے اٹھارویں اور انیسویں صدی میں مغربی افریقہ سے جاری بردہ فروشی کے نتیجہ میں یہاں ایک دوسری قوم کی جڑیں گہری ہونا شروع ہو گئیں، یہ وہ قوم تھی جسے پہلے تحقیری انداز میں نیگرو کے نام سے نوازا گیا اور اب سے آفروامریکن نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان دونوں القابات میں پھیلی ہوئی ساری تاریخ اس میوزیم میں سمو دی گئی۔

شارع دستور پر جب ہم اس عظیم عمارت سے کچھ فاصلے پر گاڑی سے اُترے تو شدید بارش نے آلیا۔ اتنی شدید بارش کہ بھاگ دوڑ کے عالم میں گیٹ تک پہنچے جہاں زائرین میوزیم کا اچھا خاصا ہجوم تھا۔ معلوم ہوا کہ داخلے کے لئے پہلے انٹرنیٹ پر پیشگی رجسٹریشن مطلوب ہے، اور وہ اس لیے کہ جب سے یہ میوزیم کھلا ہے، زائرین کا بے پناہ رش ہے۔ صرف پچھلے سال کل زائرین کی تعداد 10 لاکھ سے متجاوز کر گئی تھی، اس لیے انٹرنیٹ کے وقت زیارت کی نشاندہی کے ساتھ ٹکٹ جاری کیا جاتا ہے یعنی ایک گھنٹے میں جتنے زائرین کے آنے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ دن کے اس گھنٹے میں اتنے ہی لوگ ٹکٹ کے مستحق ہوں گے۔

لیکن موسم کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے دربان نے ہمارے جیسے کئی (بلا ٹکٹ) افراد کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

اس میوزیم کی وسیع و عریض 10 منزلہ عمارت میں کیا کچھ ہو گا، وہ ہمارے علم سے باہر ہے، ہم اتنا جانتے ہیں کہ اس کی پانچ منزلیں زمین سے بالا بالا ہیں اور پانچ زیر زمین۔

نقشے کے حساب سے نچلی منزلوں ہی میں ہماری دلچسپی کا سامان تھا یعنی سیاہ فام امریکیوں کی تاریخ، بالائی منزلوں میں ان کی ثقافت اور تمدن کو ظاہر کیا گیا تھا۔
ہم نچلی منزل کی طرف ہولئے۔ دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک طویل قطار ہے، ہم بھی اس کے ساتھ رینگتے آگے بڑھتے رہے۔ کوئی 15، 20 منٹ کے بعد جب ذرا آگے پہنچے تو انکشاف ہوا کہ یہ سب لوگ لفٹ کے انتظار میں ہیں۔ ایک بڑی سی لفٹ جس میں غالباً پچاس آدمی تو سما سکتے ہوں گے، لوگوں کو سب نچلی منزل لے جارہی تھی۔
ہم اپنی باری آنے پر لفٹ میں داخل ہوئے اور منزل مقصود پر پہنچ کر کئی ہالوں، غلام گردشوں اور معلوماتی ویڈیو سے بھرپور کمروں کا طواف کرنے پر مجبور ہو گئے۔
یہاں "دور غلامی" کے چیدہ چیدہ واقعات کو تصاویر، ماڈلز، جگہ جگہ اسکرین کی مدد سے صوتی بصری مناظر اور دیگر کئی ذرائع سے اجاگر کیا گیا ہے۔
ایسے وثیقہ جات، اخبارات اور اشتہارات بھی جلوہ گر نظر آئیں گے جن میں غلاموں کی منڈیاں دکھائی گئی ہیں جہاں ان کے جسم، جان اور جنس کی بنیاد پر قیمتوں کا تعین کیا جاتا تھا، ایسے اعلانات بھی دیکھے کہ جن میں مفرور غلاموں کی پکڑ دھکڑ پر انعامات کی پیشکش کی گئی ہے۔
ریل گاڑی کا وہ پورا ڈبہ موجود ہے جس میں ایک طرف سے آپ داخل ہوں تو پہلے سفید فام لوگوں کی نشستیں نظر آئیں گی، ان کا صاف ستھرا ٹائلٹ اور سگریٹ نوشی کا ایک کونہ نظر نواز ہوگا اور پھر ڈبے کے آخری حصے میں سیاہ فام افراد کی نشستیں ایک کم تر معیار کے ساتھ ترتیب دی گئی تھیں۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ پہلا حصہ فرسٹ کلاس والوں کے لئے ہے تو دوسرا سیکنڈ کلاس والوں کے لئے۔

یہ تفریق تو اب ہر جگہ جاری ہے۔ اس زمانے میں آپ کی کھال کا رنگ آپ کی نشست کا تعین کرتا تھا، تو اب آپ کی جیب آپ کی نشست کا تعین کرتی ہے۔
سیاہ فام افراد نے تقریباً 1860ء سے اپنے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد کا آغاز کردیا تھا اور ان کی خوش قسمتی تھی کہ انہی سالوں میں انہیں امریکہ کے سولہویں صدر ابراہام لنکن کا زمانہ نصیب ہوا، جس نے سیاہ فام غلاموں کی آزادی کے لئے سب سے پہلے آواز بلند کی اور جس کی خاطر پانچ سال بعد اسے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا لیکن اس کی جدوجہد رائیگاں نہیں گئی، اسی سال (یعنی 1865ء) میں دستور کی 13 ویں ترمیم کے مطابق امریکہ میں بردہ فروشی ممنوع قرار دی گئی۔
لیکن کیا سیاہ فام افراد کو مختلف حقوق حاصل ہوسکے کہ جن میں ووٹ دینے کا حق سرفہرست تھا؟ نہیں! یہ جدوجہد آج تک جاری ہے۔
لیکن یہاں ہم اسی جدوجہد کے نمایاں سنگ میل کا مختصر تذکرہ کئے دیتے ہیں کہ جن میں ان کی بے کسی اور بے چارگی بھی نمایاں ہے اور ان حقوق کا بیان بھی ہے جو انہیں بتدریج حاصل ہوتے رہے۔
بتایا گیا کہ اس میوزیم کی ملکیت میں تقریباً چالیس ہزار کے قریب وہ مواد (ITEMS) موجود ہیں جن سے یہ تاریخ مرتب ہوتی ہے لیکن فی الحال چار ہزار مواد ہی کو قابل نمائش رکھا گیا ہے۔

اب آئے ان تاریخی سنگ میل کی طرف!

1862: غلاموں پر طرح طرح کی پابندیاں عائد ہیں۔ سفید فام اور سیاہ فام فوجیوں کی تنخواہ میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔
1863: ابراہام لنکن نے غلاموں کی آزادی کا وہ منشور پیش کیا جو بالآخر دو سال بعد دستور کی 13 ویں ترمیم کے ذریعہ قانونی شکل اختیار کر گیا لیکن اسی سال (یعنی 1865ء) کے اوائل میں لنکن کو قتل کیا جا چکا تھا اور اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے جنوب کے 35 لاکھ غلاموں کی آزادی کا نعرہ لگایا تھا۔
اور اسی سال (Ku KLux KLAN) یا (KKK) نامی سفید فام باشندوں کی ایک متعصب جنونی تنظیم کا آغاز ہوا جس کا مقصد وحید سیاہ فام لوگوں کو ناحق قتل کرنا اور ان کی بستیوں کو جلانا تھا۔ انہوں نے کئی ریاستوں میں اپنی بربریت اور سفاکیت کے مظاہرے جاری رکھے۔ 1921ء تک امریکہ کی 27 ریاستوں میں ان کے ممبران کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہو چکی تھی۔ سفید فام لوگوں نے اپنی اکثریت کے زعم میں سیاہ فام اقلیت کے اکاد کا افراد کو LYNCHING کا بھی نشانہ بنایا گیا۔ یعنی بغیر کسی قانونی کارروائی کے ایک شخص پر اتنا تشدد کرنا کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور یہ سلسلہ 1955ء کے بعد تک جاری رہا۔ اس سال ایک 14 سالہ لڑکے کی ھتھیا کی گئی جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک سفید فام عورت سے مسخرہ پن کرتے ہوئے سیٹی بجائی تھی۔ اس کے قتل میں دو سفید فام ملوث تھے اور جب مسئلہ عدالت میں پیش ہوا تو سفید فام جیوری نے دونوں کو بری کردیا۔
اس مذموم فعل کی عقوبت کا بل بار بار کانگریس میں پیش ہوا لیکن سینیٹ نے اُسے پاس ہونے سے روک دیا۔ یہ کوئی 2005 میں جاکر سینیٹ نے اپنے اس قابل مذمت فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور معذرت پیش کی۔

غلامی کے خاتمے کے بعد سیاہ اقوام افراد ان حقوق کا مطالبہ کرتے رہے:

☆ انہیں ووٹ دینے کا مساوی حق دیا جائے۔ اس حق کو دبانے کے لئے کبھی ناخواندہ حضرات کو حق نہ دیا جانے کی بات کی گئی اور کبھی ان پر دو ڈالر پول ٹیکس

عائد کر کے ووٹرز لسٹ سے باہر کیا گیا۔
ور کبھی یہ امتحان لیا گیا کہ ووٹر دستور کی ایک شق پڑھ کر اس کی شرح کر سکتا ہے یا نہیں۔
☆ذرائع مواصلات (ٹرین-بس) میں دونوں قوموں کی نشستوں کے درمیان تفریق نہ رکھی جائے اور ایسے ہی پبلک مقامات میں کبھی تفریق روا نہ رکھی جائے۔
☆اساتذہ کی تنخواہ مساوی ہونی چاہیے چاہے وہ گورے ہوں یا کالے۔
☆ سول رائٹس ایکٹ (حقوق مدنیہ کا بل) پاس کیا جائے جو بالآخر 1957ء میں منظور کیا گیا اور امریکہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک سنٹرل ہائی اسکول میں نو سیاہ فام طلبہ کو داخلہ دیا گیا۔
سیاہ فام افراد میں مالکم ایکس اور مارٹن لوتھر کنگ جونیئر نے تحریک آزادی غلامان کے ضمن میں نمایاں شہرت حاصل کی اور ان دونوں افراد یعنی مالکم ایکس کو 1965ء میں اور مارٹن لوتھر کنگ کو 1968ء میں بے دردی سے قتل کر دیا گیا، مالکم ایکس کے قتل میں خود اس کی اپنی جماعت ملوث تھی کہ جس کے نظریات سے اس نے اختلاف کیا تھا۔
سول رائٹس کے ایک مظاہرے میں مارٹن لوتھر کنگ کی مشہور زمانہ تقریر بعنوان
"میرا ایک خواب ہے" زبان زد عام ہوئی۔
1964ء میں بعہد صدر لنڈن بی جانسن سول رائٹس کا بل پاس ہو سکا۔
1965ء میں سیاہ فام افراد کو ووٹ کا حق دیا گیا۔
اور اس کے بعد کانگریس کے دروازے ان پر کھلنا شروع ہوئے۔
محمد علی کلے امریکیوں کے لیے باعث صد افتخار بنتا گیا۔
1995ء میں لوئیس فرخان نے واشنگٹن میں ایک ملین مارچ کا کامیاب مظاہرہ کیا۔
1998ء: KKK کی بربریت کا ایک اور مظاہرہ۔
تین افراد ایک شخص کو اپنے پک اپ ٹرک کے پیچھے زنجیر سے باندھ کر گاڑی کو دوڑا دیتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں اس شخص کی دردناک طریقے سے موت واقع ہو گئی۔
اکیسویں صدی کے آغاز میں جارج بش کی صدارت کا آغاز ہوا اور اس کے ساتھ ہی چند سیاہ فام مقتدر ہستیوں نے اعزازات حاصل کئے ۔ کولن پاول (سیکرٹری آف اسٹیٹ)، کونڈا لیزا رائیس (مشیر قومی سلامتی اور پھر سیکرٹری آف اسٹیٹ)
اور راڈ پیج (سیکرٹری تعلیم) کی حیثیت سے متعین کیے گئے۔
2008ء میں بارک اوباما کے صدر منتخب ہونے سے ایک تاریخ رقم ہو گئی۔
اب ہم 2024 میں داخل ہو چکے ہیں۔ سیاہ فام افراد کے اکا دکا ناحق قتل کئے جانے کے واقعات ابھی تک رونما ہو رہے ہیں لیکن اب قانون کی بالا دستی کے واقعات بھی دیکھے میں آنے لگے ہیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆

عزم وحوصلہ

پرخار راستے ہیں دشوار مرحلے ہیں
یہ حوصلہ ہے اپنا پھر بھی اُدھر چلے ہیں
کس کو بتائیں آخر سمجھے گا کون اُن کو
حق کے لیے ہمارے دل میں جو ولولے ہیں
اے گردشِ زمانہ کیا ہم ڈریں گے تجھ سے
بچپن سے حادثوں کی آغوش میں پلے ہیں
کیسے جلائیں شعلے نمرود کے اُنہیں پھر
گلزارِ دینِ حق میں پھولے ہیں جو پھلے ہیں
رب کریم ہم پر چشمِ کرم ہو تیری
پھر بھی ہیں تیرے بندے گو ہم برے بھلے ہیں
لے دے کے اب تو تیری رحمت کا ہے سہارا
بے حد گناہ میں ہم ڈوبے گلے گلے ہیں
یارب! یہ آہ وزاری کچھ بے سبب نہیں ہے
تو خوب جانتا ہے ہم کتنے دل جلے ہیں
کیسے بھلا گوارا ہو ان کو شرک وبدعت
توحید ومعرفت کے سانچے میں جو ڈھلے ہیں
جن کو نہیں ہے کچھ بھی دنیا میں فکرِ عقبیٰ
حسرت سے ہاتھ اپنے آخر کو وہ ملے ہیں
پرسانِ حال اُن کا کوئی نہیں جہاں میں
میدانِ زندگی سے گھبرا کے جو ٹلے ہیں
خمیازہ ہے یہ سب کچھ بس شامتِ عمل کا
سیلاب وقحط وبرق و طوفاں ہیں زلزلے ہیں
حماد اہلِ حق کا کیا عزم وحوصلہ ہے
کانٹوں پہ بھی چلے ہیں شعلوں میں بھی جلے ہیں

ابولبیان حماد العمری



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامتیں

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی (قسط 10)

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شیطان کو پکڑ لیا تھا!!

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم ﷺ نے فطرانے کی نگہداشت کا وکیل بنایا۔ میرے پاس ایک شخص آیا اور لپ بھر بھر کر اناج اٹھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا:

اللہ کی قسم! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں۔ مجھ پر عیال داری کا بوجھ ہے اور مجھے شدید ضرورت تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

تب میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! رات تمہارے قیدی کا کیا ماجرا ہوا؟“ میں نے عرض کیا:

اللہ کے رسول اللہ ﷺ! اس نے اپنی ضرورت مندی بیان کی اور عیال داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”آگاہ رہو! اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔“ کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا، اس لیے میں اس کی گھات میں رہا۔ چنانچہ وہ آیا اور غلے سے لپ بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اس بار تو میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا۔ اس نے کہا:

مجھے چھوڑ دو۔ میں انتہائی محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تمہارے قیدی کا کیا ماجرا ہوا؟“

میں نے عرض کیا:

اللہ کے رسول اللہ ﷺ! اس نے اپنی شدید ضرورت کو بیان کیا اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آیا، اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خبردار رہو! اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر آئے گا۔“

چنانچہ میں اس بار اس کی گھات میں رہا۔ جب وہ آیا اور لپ بھر بھر کر اناج اٹھانے لگا۔ تو میں نے اسے پکڑ کر کہا: اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ یہ آخری بار ہے۔ تین بار تو یہ حرکت کر چکا ہے۔ تو کہتا ہے نہیں آؤں گا۔ پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں چند کلمات بتاتا ہوں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا:

جب تم اپنے بستر پر سونے کے لیے آؤ تو آیت الکرسی ﴿اللَّـهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ شروع سے لے کر آخر آیت تک پڑھ لیا کرو۔ ایسا کرو گے تو اللہ کی طرف سے ایک نگران تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟“ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! اس نے مجھے کہا کہ وہ مجھے چند کلمات بتائے گا جن کے ذریعے سے اللہ مجھے نفع دے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا: ”وہ کلمات کیا ہیں؟“ میں نے عرض کیا: اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿اللَّـهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ شروع سے آخر تک پڑھو۔ یہ کام کرنے سے اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک نگران مقرر ہو جائے گا جو تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان بھی تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کارہائے خیر کے بڑے حریص تھے نبی ﷺ نے فرمایا:

”سنو! اس نے بات تو سچی کی ہے لیکن خود وہ جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تم جانتے ہو کہ جس سے تم تین راتوں سے باتیں کرتے رہے ہو وہ کون ہے؟“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نہیں جانتا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ شیطان تھا۔“ (صحیح بخاری: 2311)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک جن کو پچھاڑنا اور ان کی امارت میں شیاطین کو بیڑی لگانا

سیدنا ابو وائل سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ عبداللہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے شیطان ملا اور دونوں کا مقابلہ ہوا، مسلمان نے اُسے بچھاڑ دیا اور اس کے انگوٹھے کو زخمی کر دیا، اس نے کہا کہ تو مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک آیت سکھاؤں گا، اس مسلمان نے اُسے چھوڑ دیا، مگر شیطان نے اسے وہ آیت سنانے سے انکار کر دیا، پھر دونوں کی کشتی ہوئی پھر اس مسلمان نے اسے چھوڑ دیا

مگر شیطان نے اسے وہ آیت سنانے سے انکار کر دیا، پھر دونوں کی کشتی ہوئی، پھر اس مسلمان نے اسے بچھاڑ دیا اور اس کے انگوٹھے کو زخمی کر دیا، اس مسلمان نے کہا کہ مجھے وہ آیت سناؤ، اس نے بتانے سے انکار کر دیا، جب اس نے تیسری مرتبہ اسے پچھاڑ دیا تو اس نے آیت الکرسی کا بتایا۔ عبد اللہ سے کہا گیا، اے ابو عبد الرحمٰن وہ آدمی کون ہے؟ تو عبد اللہ نے کہا کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟

ایک روایت جو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کتے کے ہاتھوں جیسے تھے، اور یہ کہ جب آیۃ الکرسی پڑھیں گے تو اس گھر سے شیطان گدھے کی طرح چیختے ہوئے نکل جاتا ہے اور صبح تک وہاں نہیں آتا۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شیطان کو پکڑ لیا تھا!

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے خبر ملی، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا۔

چنانچہ میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے کھجوروں کی ذمہ داری مجھے دی تھی، میں نے انہیں اپنے ایک کمرہ میں رکھ دیا تھا اور ہر دن اس میں سے کمی محسوس کر رہا تھا، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یہ شیطان کا کام ہے، اس کے لئے گھات لگا کر بیٹھو۔“

میں ایک رات گھات لگا کر بیٹھا، جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو وہ ہاتھی کی شکل میں آیا، جب دروازہ تک آیا تو درواز کی شگاف سے شکل بدل کر داخل ہوا اور کھجوروں کے قریب آیا اور اس میں کھانے لگا۔

میں نے کہا:

أشهد أن لا إله إلا الله و أن محمدا عبده و رسوله

اے اللہ کے دشمن! تو نے صدقہ کے کھجور لے لیا جبکہ ہم لوگ تجھ سے زیادہ اس کے مستحق ہیں، میں تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اور تیری فضیحت ہوگی، تو مجھ سے یہ معاہدہ کر کہ دوسری بار نہیں آئے گا، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تمہارے قیدی نے کیا کہا؟“

میں نے کہا:

اس نے معاہدہ کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وہ دوبارہ آئے گا، اس پر کڑی نظر رکھو۔“

میں نے دوسری رات کڑی نظر رکھی، اس نے پہلے جیسا کیا اور میں نے بھی پہلے جیسا کیا اور مجھ سے معاہدہ کیا کہ دوبارہ نہیں آئے گا، تو میں نے اسے چھوڑ دیا پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تا کہ آپ کو اس کی خبر دے سکوں، اتنے میں ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ معاذ کہاں ہیں؟

معاذ، تمہارے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے اس کے متعلق بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وہ پھر آئے گا، اس پر کڑی نظر رکھو۔“

میں نے تیسری رات اس پر کڑی نظر رکھی، اس نے پہلے جیسا کیا اور میں نے بھی پہلے جیسا کیا، میں نے اس سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! تو نے دو بار ایسا ہی کیا اور یہ تیسری مرتبہ ہے، میں ضرور تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا اور تیری بے عزتی ہوگی، اس نے کہا، میں بچوں والا شیطان ہوں، اگر اس کے علاوہ کہیں سے کچھ مل جاتا تو میں یہاں نہیں آتا۔ ہم آپ کے شہری تھے، یہاں تک کہ آپ کے صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث کئے گئے جب ان پر دو آیتیں نازل ہوئیں تو ہم یہاں سے بھاگے اور نصیبین میں ٹھہرے، اگر کسی گھر میں یہ پڑھی جائیں وہاں شیطان داخل نہیں ہو سکتا، اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں وہ چیز بتاؤں گا، میں نے کہا، ہاں، اس نے آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات آمن الرسول سے آخر تک بتائیں اور میں نے اسے چھوڑ دیا، پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی خبر دینے کے لئے پہنچا، تو ایک آواز دینے والا مجھے بلا رہا تھا کہ معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟

جب میں آپ کی خدمت میں خدمت پہنچا تو مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ تمہاری قیدی نے کیا کہا؟ میں نے کہا کہ اس نے نہ آنے کا معاہدہ کیا ہے اور یہ بات بتائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خبیث نے سچ کہا ہے اگر چہ کہ وہ جھوٹا ہے۔“

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد میں ان دونوں آیتوں کو پڑھتا رہا اور اس سے کھجوروں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ (مجمع الزوائد:6/322)

☆☆☆

نماز کے لیے زینت اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے، چاہے آپ اکیلے ہی نماز پڑھ رہے ہوں!

نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور کہا: ”کیا میں نے تم نے دو کپڑے نہیں بنا کر دیئے؟“ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگے: تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر میں تمہیں فلاں (معزز) کے پاس بھیجوں تو کیا تم اس لباس میں جاؤ گے؟ میں نے کہا: نہیں، تو فرمانے لگے کہ

”اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے جس کے سامنے جاتے ہوئے زینت اختیار کی جائے۔“

(مصنف عبد الرزاق:2/76)



آج کی نشست کے ہمارے سوالات اور جوابات فتوی کمیٹی برطانیہ کے اجلاس منعقدہ 6 مارچ 2024ء زیر بحث آئے:

شراب والے ریسٹورنٹ میں کام کرنے کا حکم

سوال: میں ایک ایسے ریسٹورنٹ میں کام کرتا ہوں جس میں شراب بھی پیش کی جاتی ہے، کیا یہ عمل ناجائز تصور ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شراب کو نص قطعی کے ساتھ حرام قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ ﴾(سورۃ المائدہ:90)

”اے ایمان والو! بے شک شراب، جواء، غیر اللہ کے نام پر قربانی کے استھان اور جوتے کے تیر ناپاک ہیں، شیطان کے کام میں سے ہیں تو ان سے بچو۔“

نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں شدید وعید کا ذکر کیا ہے، جو اس کی حرمت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا:

«کل مسکر حرام»

”ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“

«و إن على الله عهدا لمن يشرب المسكران يسقيه من طينة الخبال»

”اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ عہد کیا ہے کہ جو بھی نشہ آور چیز پیئے گا اُسے وہ ’خبال‘ کی مٹی پلائے گا۔

قالوا يا رسول الله(ﷺ)! وماطينة الخبال؟

صحابہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خبال کی مٹی کیا ہوتی ہے؟

قال: عرق أهل النار أو عصارة أهل النار

”کہا: جہنمیوں کا پسینہ یا جہنمیوں کی پیپ۔“

بنیادی بات یہی ہے کہ شراب سے ملا جلا ہر کام حرام ہے، سائل کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی دوسرا پاک اور صاف کام تلاش کرے اور اگر ایسا مشکل ہو تو پہلے تو مالک دکان سے درخواست کرے کہ اُسے شراب پیش کرنے سے استثناء دیا جائے یا کسی دوسرے غیر مسلم کام کرنے والے سے درخواست کی جائے کہ شراب سے متعلق تمام خدمات وہ سر انجام دیتا رہے اور آپ خود باقی دوسرے کام کرتے رہیں کہ جن میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر ایسا کرنا بھی نا ممکن ہو اور آپ کے پاس فی الحال دوسرا کوئی کام نہ ہو تو فی الحال کام میں لگے رہیں لیکن دوسرے حلال کام کی تلاش میں مصروف رہیں تاکہ جونہی ایسا کوئی کام مل جائے تو یہ ملازمت چھوڑ دیں۔

فوریکس کی تجارت کا حکم

سؤال: فوریکس کی تجارت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مجھے اس لئے بھی اشتباہ ہے کہ غیر ملکی کرنسی کے کاروباری کمپنی جو قرض دیتی ہے تاکہ آپ کا منافع زیادہ سے زیادہ ہو سکے اور جسے LEVERAGE کہا جاتا ہے، وہ حقیقی سودے کے ضمن میں نہیں آتا؟

جواب: فوریکس کی تجارت بروکرز کے ذریعے کی جاتی ہے جو آپ کے لئے آن لائن اکاؤنٹ کھولتے ہیں۔ آپ ایک معمولی رقم بطور ڈپازٹ ادا کرتے ہیں اور کمپنی کی طرف سے آپ اس رقم کا دس گنا کاروبار میں لگا سکتے ہیں، جیسے کے LEVERAGE نے کہا جاتا ہے۔

علماء اس تجارت کے بارے میں انشراح صدر نہیں رکھتے کیونکہ اس زمانے میں جب کہ سود کے بغیر کوئی معاملہ تجارت آگے نہیں بڑھتا ہے، اتنے بڑے پیمانہ پر آزاد قرضہ کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اس لیے عمومی طور پر یہی رائے متداول ہے کہ فوریکس تجارت شریعت کے مطابق نہیں ہے۔

بحرین کی AAOIFI کمیٹی کرنسی کی تجارت کے سلسلے میں معیارات (STANDARDS) کا تعین کر چکی ہے، اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

سود کے پیسوں سے مسجد کی تعمیر

سوال: ہماری مسجد کی عمارت ان عمارات میں داخل ہے، جنہیں ایک قومی ورثہ کی لسٹ میں شامل کیا گیا ہے، اور اس لیے ہمیں ٹھیک ٹھاک رکھنے کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہے، ہمیں مشورہ دیا گیا ہے کہ ہم یہ رقم اسکاٹش ہیریٹیج (ورثہ اسکاٹ لینڈ) سے بطور امداد حاصل کر سکتے ہیں، ہمیں اس بات کا بھی علم ہے کہ مذکورہ ادارے کو نیشنل لاٹری سے فنڈز بھی مہیا کئے جاتے ہیں، کیا ہم اس ادارے سے گرانٹ حاصل کرنے کے لئے درخواست دے سکتے ہیں، کیا ایسا کرنا اسلامی لحاظ سے جائز ہو گا؟

جواب: قومی ورثہ کی لسٹ میں شامل عمارتوں کی تزئین و آرائش نہ صرف مالکان بلکہ دوسرے اہالیان مملکت کی ذمہ داری میں بھی شامل ہے اور اس لحاظ سے آپ کے لئے جائز ہو گا کہ آپ مذکورہ ادارے سے اس مقصد کے لئے گرانٹ کی درخواست دیں۔ کونسل اور گورنمنٹ اداروں کی آمدنی مختلف مدات سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یوں جب یہ رقم مذکورہ

ادارے تک پہنچتی ہے تو اس کی نوعیت بدل جاتی ہے جسے ہاتھ بدلنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے کسی رفاہی ادارے کو کوئی شخص وہ سود کی رقم بطور عطیہ دیتا ہے۔ جو اسے بنک میں اپنے ڈپازٹ پر حاصل ہوئی تھی، اب یہ رقم اس رفاہی ادارے کی ملکیت میں ہے، اور اگر یہ رفاہی ادارہ کسی نادار شخص کو یا کسی خیراتی کو یہ رقم بطور گرانٹ دیتا ہے تو اس شخص یا تنظیم کے لئے یہ پیسہ جائز ہو گا۔ بہر حال چونکہ اس معاملے میں تھوڑا بہت اشتباہ پایا جاتا ہے، اس لیے فتوی یہ دیا گیا ہے کہ ایسی گرانٹ کو قرآن کی طباعت اور مساجد کی تعمیر کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ ان میں خالص وہ رقم لگائی جاسکتی ہے جو بالکل پاک وصاف ہو اور اس میں کوئی اشتباہ نہ ہو۔

بزنس کمپنی سے 3 سال کا معاہدہ اور زکاۃ کا حکم

سوال: میں اپنا بزنس شروع کرنا چاہتا ہوں اور بہتر منافع کے لیے میں ٹیکس پلان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ میری تجارتی اسکیم کا خاکہ یوں بنے گا کہ میں تین سال تک کوئی منافع نہ لوں گا اور اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ٹیکس 30 فیصد سے کم ہو کر صرف 15 فیصد رہ جائے گا، تین سال تک تو منافع کمپنی کے نام تھا لیکن اس کے بعد میں خود اس منافع کا مالک بن جاؤں گا۔ میرا سوال یہ ہے کہ آیا مجھے پہلے تین سال کے منافع پر زکاۃ ادا کرنا ہو گی یا نہیں۔ کیونکہ یہ منافع کمپنی کا تھا اور میں نے اس میں سے کچھ اپنے لئے نہیں لیا تھا؟

جواب: جو منافع تین سال تک جمع ہوتا رہا، وہ آپ ہی کی آمدنی سمجھا جائے گا، اور جب آپ اسے وصول کر لیں گے تو آپ کو تین سال کی زکاۃ ادا کرنا ہو گی۔

غیر مسلم ملکوں میں بنکوں کی شرائط کی پاسداری کا حکم

سوال: مذکورہ سوال کی دوسری شق یہ ہے کہ میں بحیثیت مالک اور ڈائریکٹر، کمپنی کے اکاؤنٹ سے 50 ہزار یورو کا قرض شخصی طور پر اپنے لئے لوں گا۔ گورنمنٹ کے قوانین وضوابط کے اعتبار سے اس پر سود کی ادائیگی لازم ہو گی، یعنی جب میں یہ قرضہ کمپنی کو واپس کروں گا تو اس پر مقررہ سود بھی ادا کرنے کا پابند ہوں گا۔

فرض کیجیے کہ سود کی شرح 5 فیصد رکھی گئی ہے تو مجھے 50 ہزار یورو پر 2500 یورو سود ادا کرنا ہو گا، اور ایسا کرنا اس لئے لازم ہے تا کہ گورنمنٹ اس رقم پر ٹیکس وصول کر سکے، اگر میں سود ادا نہ کروں گا تو یہ فراڈ شمار ہو گا کیا ایسا کرنا جائز ہو گا؟

تکنیکی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ رقم میری ملکیت ہی میں رہی تھی، حکومت سود کی ادائیگی کو لازم قرار دے کر اس پر ٹیکس حاصل کرنا چاہتی ہے۔

جواب: آپ حکومتی قواعد وضوابط کی بنا پر اپنی ہی کمپنی کو سود ادا کر رہے ہیں، اسے حسابات کو درست رکھنے کیلئے ایک قسم کی موافقت (ADJUSTMENT) سمجھا جائے گا اور اس لحاظ سے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مرتد کی وراثت کا حکم

سوال: ایک شخص وفات پا گیا اور اس نے اپنے پیچھے بیوی (جو کتابیہ ہے) اور 2 مسلمان بیٹے چھوڑے ہیں۔ ترکہ کی تقسیم سے پہلے بیوی مسلمان ہو جاتی ہے اور ایک بیٹا مرتد ہو جاتا ہے تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہو گی؟ یعنی ورثہ کی حالت کا اعتبار بوقت موت کا ہو گا یا نہیں؟

جواب: اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ مورث کی وفات کے وقت ورثہ میں سے جو مسلمان تھا، وہ حصہ پائے گا اور جو غیر مسلم تھا اُسے حصہ نہ ملے گا لیکن یہاں بحث و تمحیص کے بعد مقاصد شریعت کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور یورپین کونسل برائے فتوی اور تحقیق کے اس فتوی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، جس میں ایک مسلمان اولاد کو اپنے کافر باپ سے حصہ دلوایا گیا ہے، بشرطیکہ والد کافر حربی نہ ہو اور اس بنا پر کمیٹی اس بات کو جائز سمجھتی ہے کہ بیوی کو اسلام لانے کی بنا پر حصہ دیا جائے، اور جو بیٹا مرتد ہو گیا ہے اُسے حصہ وراثت سے محروم کیا جائے۔ واللہ اعلم

☆☆☆

مولانا شیر خان جمیل کے والد کا انتقال

مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کے والد حاجی شیر خان اسحاق 90 سال کی عمر میں ضلع کرناٹک کے شہر دھونی میں وفات پاگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

وہ اپنے علاقہ کے لینڈلارڈ تھے۔ اللہ نے دولت کے ساتھ دل بھی دیا تھا۔ مساجد و مدارس اور کمیونٹی کی مدد کرتے تھے۔ مہمان نواز اور سخی تھے۔ شیر خان اسحاق مرحوم کی اچانک وفات پر دل بے انتہا مغموم ہو گیا، آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

مرحوم ہر نماز کی اذان سے قبل مسجد میں آجایا کرتے اور کئی بار خود اذان دیتے تھے، بڑے تہجد گزار اور راتوں میں آپ کے کمرہ سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ بڑی عظیم المرتبت اور اعلیٰ اخلاق وکردار سے متصف تھے، ان کی مسجد میں آنے والا ہر سفیر مرحوم کا مہمان ہوتا تھا، ہر جمعہ امام مسجد اور دیگر علماء کا ظہرانہ آپ کے گھر پر ہوتا، ہمیشہ امام کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ اپنی پیرانہ سالی اور ناساز طبیعت کے باوجود دروس یومیہ اور دیگر جویل دینی پروگراموں میں بھی پوری پابندی کے ساتھ شرکت کرتے، بطور خاص مرحوم ہر ایک سے خیر خیریت دریافت کرتے اور پریشان پاتے تو ہر ممکنہ مساعدہ فراہم کرنے کی کوشش کرتے، بڑی اللہ والی شخصیت تھی، زندگی میں ایسی شخصیت بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ ان کی وفات کی خبر سن کر مولانا شیر خان جمیل احمد عمری فوری انڈیا میں ادھولی کرناٹک اسٹیٹ چلے گئے ہیں۔ برطانیہ میں مولانا محمد عبد الہادی العمری، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا شعیب احمد میرپوری، برادر عجائب خان، ڈاکٹر بہاؤ الدین محمد سلیمان، مولانا حئ عبد الحق مدنی، مولانا عبد الباسط العمری، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور بہت سے علماء ومشائخ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل بخشے۔ آمین (ڈاکٹر عبد الرب ثاقب)



کتاب الصلوٰۃ: اوقاتِ نماز سے متعلق

فضل الرحمن حقانی، خطیب وامام محمدی مسجد نیلسن یو کے

(قسط 39)

نبی ﷺ کی نماز کے طریقہ کے متعلق

حدیث نمبر:82

عَنْ ابن عباس رضي الله عَنْه قال : قال : رسول الله ﷺ : «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، عَلَى الْجَبْهَةِ ــ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى أَنْفِهِ ــ وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ».(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب السجود على سبعة أعظم، برقم 809، وبرقم 810، وفي باب السجود على الأنف بلفظه، برقم 812، ومسلم، كتاب الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلاة، برقم 230- (490)، وفي مسلم، برقم 28- (490)، وفي البخاري، برقم 810)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کے طرف اشارہ کیا نیز دو ہاتھ، دو گھٹنوں اور دو پاؤں کی انگلیوں پر۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1:أُمِرْتُ : مجھے حکم دیا گیا۔

2:أَنْ أَسْجُدَ : کہ میں سجدہ کروں۔

3: سَبْعَةِ:سات۔

4:أَعْظُمٍ:ہڈیاں۔ عظم کی جمع ہے

5:اَلْجَبْهَةُ :پیشانی۔

6:أَشَارَ :اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

7:بِيَدِهِ:اپنے ہاتھ سے۔

8:إِلَى أَنْفِهِ:اپنی ناک کی طرف۔

9:الرُّكْبَتَيْنِ :دو گھٹنے۔

10: أَطْرَافُ :کنارے مراد انگلیاں ہیں۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ سجدے میں جسم کے سات اعضاء کو زمین پر لگانا فرض ہے الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔

2۔ نبی کریم ﷺ بھی اللہ کے حکم کے پابند ہیں اور شریعت دراصل اللہ کے حکم کا نام ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے شریعت اپنی خواہش و مرضی سے نہیں بنائی ہے بلکہ جیسے اللہ کا حکم اور مرضی ہوئی اس طرح آپ نے کہا اور کیا۔

3۔ سجدہ کرتے وقت درج ذیل جسمانی اعضاء زمین پر ٹکانے ضروری ہیں۔

☆ پیشانی ناک سمیت۔

☆ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں۔

☆ دونوں گھٹنے۔

☆ دونوں پاؤں کی انگلیاں اس صورت میں کہ انگلیوں کا رخ قبلے کی جانب ہو۔ اور جتنا ممکن ہو ان کو زمین پر ٹکایا جائے۔

4۔ قبلہ رخ پاؤں یا پاؤں کی انگلیاں کرنی شرعاً ممنوع نہیں ہیں بلکہ نماز میں قبلہ رخ کرنے کا حکم ہے۔

5۔ حدیث میں ہڈیاں بول کر اعضاء مراد لیے گئے ہیں اسی طرح زمین سے مراد بعض دفعہ جائے نماز یا کارپٹ وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔

6۔ شرعی احکام رسول اللہ ﷺ نے بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمائے ہیں تاکہ ہر کوئی آسانی سے سمجھ سکے۔

حدیث نمبر:83

عَنْ أبي هريرة رضي الله عَنْه قال : «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكوعِ، ثُمَّ يَقُولُ ــ وَهُوَ قَائِمٌ ــ : رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ساجداً، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَع رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلاتِهِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا. وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ».(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب التكبير إذا قام من السجود، برقم 789، ومسلم، كتاب الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة إلا رفعه من الركوع، فيقول فيه: سمع الله لمن حمده، برقم 28- (392))

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے پھر اللہ اکبر کہتے جب رکوع کرتے پھر آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے جب اپنی پیٹھ کو رکوع سے اٹھاتے پھر آپ کہتے اس حال میں کہ کھڑے ہوتے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پھر اللہ اکبر کہتے جب جھکتے پھر اللہ اکبر کہتے جب اپنا سر سجدے سے اٹھاتے پھر اسی طرح کرتے اپنی تمام نماز میں یہاں تک کہ اسے پورا کرتے اور اللہ اکبر کہتے جب دو رکعتوں سے بیٹھنے کے بعد اٹھتے (بخاری و مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1:إِذَا قَامَ :جب آپ کھڑے ہوتے۔

2:حِيْنَ:وقت۔

3: يُكَبِّرُ :اللہ اکبر کہتے۔

4:حِيْنَ يَرْكَعُ :جس وقت رکوع کرتے۔

5:حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ:جس وقت اپنی پیٹھ اٹھاتے۔

6:حِيْنَ يَهْوِيْ:جس وقت جھکتے۔

7:حَتّٰى يَقْضِيَهَا: یہاں تک کہ اسے پورا کرتے۔ یعنی نماز کو۔

8: ثُمَّ يَفْعَلُ ذَالِكَ:پھر کرتے اسی طرح۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نماز کا آغاز کرتے وقت، رکوع جاتے وقت، سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا مسنون ہے البتہ رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا جائے یہ طریقہ ہر رکعت میں دہرایا جائے گا۔

2۔ دو رکعت پوری کرنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت بھی اللہ اکبر کہا جائے گا۔

3۔ نماز کو شروع کرتے وقت پہلے قیام ہے اور پھر تکبیر۔ باقاعدہ صف میں یا نماز کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے اللہ اکبر نہیں کہنا چاہیے اگر غلطی سے کوئی کہ دے تو اس کو کھڑے ہو کر دوبارہ کہنا ضروری ہے۔

4۔ رکوع و سجود کے لیے تکبیر رکوع و سجود کرتے وقت کہنی چاہیے، پہلے یا بعد میں نہیں بلکہ عین رکوع و سجود کرتے وقت۔

5۔ سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سے اٹھ کر کہا جائے گا رکوع کی حالت میں یا کھڑے ہو کر بہت دیر بعد نہیں کہا جائے گا۔

6۔ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِـمَنْ حَمِدَهُ کہنے کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں ہی کہا جائے گا۔

سجدے میں جاتے وقت نہیں کہا جائے گا جیسا کہ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں۔

7۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِـمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ امام، مقتدی اور منفرد سب کو کہنے کا حکم ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے جب بھی رکوع کیا تو یہ کہا اور آپ نے فرمایا کہ تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

کسی بھی حدیث میں مقتدی کو سَمِعَ اللّٰهُ لِـمَنْ حَمِدَهُ کہنے کی ممانعت نہیں ہے۔

8۔ دو رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے کیونکہ نماز پڑھنے کا نبوی طریقہ یہی ہے۔

حدیث نمبر:84

عَنْ مُطَرِّف بن عبد الله قال :«صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عَنْه. فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، فَقَالَ : قَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ، أَوْ قَالَ : صَلَّى بِنَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ».(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب إتمام التكبير في السجود، برقم 786، ومسلم، كتاب الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة، إلا رفعه من الركوع فيقول فيه: سمع الله لمن حمده، برقم 393)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب وہ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے، جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے جب نماز پوری کر دی تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا انہوں یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے سیدنا محمد ﷺ کی نماز یاد دلا دی ہے یا یہ کہا کہ ہمیں سیدنا محمد ﷺ جیسی نماز پڑھائی ہے (بخاری و مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: خَلْفَ:پیچھے یعنی اقتداء میں۔

2:إِذَا نَهَضَ :جب اٹھتے۔

3: قَضَى الصَّلَاةَ :نماز پوری کی۔

4:ذَكَّرَنِيْ :مجھے یاد دلائی۔

5: صَلَّى بِنَا :ہمیں نماز پڑھائی۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ جب دو سے زائد نمازی ہوں تو امام مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو گا اور اگر دو ہوں تو دونوں ایک ہی صف میں ایک ساتھ بالکل برابر کھڑے ہوں گے اس صورت میں مقتدی امام کی دائیں طرف کھڑا ہو گا۔

2۔ تکبیر تحریمہ حالت قیام میں ہوتی ہے۔

3۔ قیام سے رکوع کی طرف منتقل ہوتے ہوئے اللہ اکبر کہنا۔

4۔ رکوع سے اٹھتے ہوئے امام، مقتدی اور منفرد کا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ۔

5۔ رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

6۔ قیام سے سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا۔

7۔ سجدہ سے اٹھتے ہوئے اور دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا۔

8۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سنت کے مطابق نماز پڑھانا۔

9۔ صحابہ کرام سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل دیکھ کر خوش ہوتے اور کرنے والے کی تعریف کرتے۔



فہم توحید

ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام عسکری

(قسط 03)

شرک کی سنگینی اور اس کی سزا

سطورِ ذیل میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ شرک کس قدر سنگین جرم ہے اور اس کے مرتکب کی کیا سزا ہے؟

1۔جو شرک سے توبہ کیے بغیر مر گیا، خدا اُس کی بخشش نہیں فرمائے گا۔ اِس کی دلیل اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾(سورۃ النساء:48)

”اللّٰہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اِس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔“

2۔شرک کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اُس کی جان و مال مباح ہے۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی درج ذیل آیت مبارکہ میں موجود ہے:

﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ﴾(سورۃ التوبۃ:5)

”پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو، جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور گھیرو۔“

3۔مشرک کا کوئی عمل بارگاہِ ایزدی میں مقبول نہیں؛ اگر اُس نے کوئی نیک عمل کیا ہو گا تو شرک سے وہ ضایع اور برباد ہو جائے گا۔ اس کی دلیل اللّٰہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا﴾(سورۃ الفرقان:23)

”اور جو کچھ بھی اِن کا کیا دھرا ہے، اُسے لے کر ہم غبار کی طرح اُڑا دیں گے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورۃ الزمر:65)

”تمھاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیا کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارا عمل ضایع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔“

4۔مشرک پر جنت حرام ہے اور وہ دائمی جہنمی ہے۔ اس کی دلیل خداوندِ عالم کا یہ فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾

”جس نے اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا، اُس پر اللّٰہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“(سورۃ المائدہ:72)

نواقض اسلام

نواقض اسلام سے مراد وہ امور ہیں جو اسلام کو نقصان پہنچاتے اور اسے باطل کر دیتے ہیں۔ ان کی تعداد کافی زیادہ ہے لیکن سب سے خطرناک اور زیادہ تر وقوع پذیر ہونے والے یہ دس ہیں:

1۔عبادتِ الٰہی میں شرک: غیر اللّٰہ کے لیے جانور ذبح کرنا بھی اِسی میں شامل ہے، جیسے کوئی شخص کسی جن یا صاحب قبر کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرے۔ اس کی دلیل اللّٰہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾(سورۃ النساء:116)

”اللّٰہ اِس بات کو نہیں بخشے گا کہ اُس کا شریک ٹھہرایا جائے؛ اِس کے سوا جو کچھ ہے، اُس کو جس کے لیے چاہے گا، بخش دے گا۔“

2۔جو شخص اللّٰہ رب العزت اور اپنے مابین واسطے تلاش کرتا، اُنھیں پکارتا، اُن سے سوال کرتا اور اُن پر بھروسا اور توکل کرتا ہے، وہ بالاجماع کافر ہے۔

3۔جو مشرکوں کو کافر قرار نہیں دیتا، یا اُن کے کفر میں شک کرتا ہے، یا اُن کے عقیدہ و مذہب کو درست سمجھتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔

4۔جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ رسولِ معظم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی ہدایت و رہ نمائی آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے زیادہ کامل ہے؛ یا کسی اور کا فیصلہ آپ ﷺ کے فیصلے سے بہتر ہے جیسا کہ بعض لوگ طاغوتوں کے فیصلوں کو آپ ﷺ کے احکامات پر ترجیح دیتے ہیں، تو وہ کافر ہے۔

طاغوت کا انکار

طاغوت کی تعریف

لغت کی رُو سے لفظِ طاغوت، طغیان سے نکلا ہے جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔

شرعی اعتبار سے ہر وہ معبود، متبوع یا مُطاع چیز جسے انسان اُس کی حد سے بڑھا دے، طاغوت ہے۔

طاغوت کا کفر وانکار لازم ہے

اللہ رب العزت نے انسان پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی ہے، وہ یہ ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے اور خدا پر ایمان لایا جائے۔ اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾(سورۃ النحل:36)

"اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول اِس دعوت کے ساتھ بھیجا کہ اللہ ہی کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔"

طاغوت سے کفر کیسے ہوگا؟

اس کے لیے لازم ہے کہ

ا۔ غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھا جائے، اُسے ترک کر دیا جائے اور اُس سے اظہارِ بغض ونفرت کیا جائے۔

ب۔ طاغوت کے ساتھیوں اور پیروکاروں کو کافر قرار دیا جائے اور اُن سے عداوت ودشمنی رکھی جائے۔

طاغوتوں کے سردار اور لیڈر

طاغوت بہت سے ہیں لیکن ان کے سرغنے پانچ ہیں:

1۔ ابلیسِ ملعون۔

2۔ جسے اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا جائے اور وہ اس پر راضی ہو۔

3۔ جو لوگوں کو اپنی پرستش کی دعوت دے۔

4۔ جو علم غیب میں سے کسی چیز کے جاننے کا دعویٰ کرے۔

5۔ جو خداوندِ عالم کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی اور شے کی بنیاد پر فیصلے کرے۔

اصولِ ثلاثہ (تین بنیادی اصول)

عقیدہ کے تین اہم اصول درج ذیل ہیں:

1۔ انسان کا اپنے رب کو پہچاننا۔

2۔ بندے کا اپنے دین کی معرفت حاصل کرنا۔

3۔ آدمی کو اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کی پہچان ہونا۔

قبر میں بھی یہی تین سوال پوچھے جائیں گے۔ ان کی توضیح حسب ذیل ہے:

اصل اول: معرفتِ رب

اس باب میں درج ذیل مسائل قابل توجہ ہیں:

1۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے جس نے اپنی نعمتوں سے ہماری اور تمام جہانوں کی پرورش اور نگہداشت فرمائی۔

2۔ اللہ عزوجل ہی معبودِ حقیقی ہے؛ اُس کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں۔

3۔ ہم نے اپنے رب کو اُس کی مخلوقات اور عظیم نشانیوں کے ذریعے پہچانا۔

رات، دن، چاند اور سورج وغیرہ اس کی آیات اور نشانیاں ہیں۔

اور اس کی مخلوقات میں سات آسمان، سات زمینیں اور وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو ان دونوں کے اندر موجود ہیں، یا ان کے مابین پائی جاتی ہیں۔

اصل دوم: معرفتِ دین

اس سلسلے میں نکاتِ ذیل لائق غور ہیں:

1۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی اور دین قبول نہ فرمائے گا۔

2۔ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ عقیدۂ توحید کو اپناتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں خود سپردگی کا اظہار کیا جائے؛ اطاعتِ خداوندی کے ذریعے شیوۂ تسلیم ورضا اختیار کیا جائے اور شرک اور اہلِ شرک سے بے زاری اور لاتعلقی کا اعلان کیا جائے۔

3۔ دین کے تین مراتب و مدارج ہیں اور وہ ہیں: اسلام، ایمان اور احسان۔

اصل سوم: پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی معرفت

اس اصول کے تحت اہم مسائل درج ذیل ہیں:

1۔ اسم ونسب

آنحضرت ﷺ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔ آپ ﷺ کا تعلق عرب کے قبیلۂ قریش سے ہے اور عرب سیدنا اسماعیل بن ابراہیم الخلیلؑ کی اولاد ہیں۔

2۔ عمر مبارک

رسول معظم ﷺ کی کل عمر مبارک تریسٹھ (63) برس تھی۔ ان میں سے چالیس سال نبوت سے پہلے بسر ہوئے اور تیئس برس آپ ﷺ نے نبی اور رسول کی حیثیت سے گزارے۔

3۔ نبوت ورسالت

آنحضرت ﷺ پہلی وحی "اِقرأ" کے ذریعے نبی بنائے گئے اور سورۃ المدثر نازل فرما کر آپ ﷺ کو شرفِ رسالت سے نوازا گیا۔

4۔ وطن اور جائے ہجرت

رسول اللہ ﷺ کا آبائی وطن مکہ مکرمہ تھا؛ بعد ازاں آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی جسے اُس زمانے میں یثرب کہا جاتا تھا۔

5۔ موضوع دعوت

اللہ تعالیٰ نے جنابِ رسالت مآب ﷺ کو شرک سے ڈرانے اور توحید کی طرف بلانے کے لیے مبعوث فرمایا اور یہی آپ ﷺ کی دعوت کا موضوع تھا۔

کفر

تعریف

لغت کی رُو سے 'کفر' کے معنی چھپانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔

شرعی پہلو سے اِس کا مفہوم ہے: اسلام کے منافی اور متضاد رویہ۔

اقسام

کفر کی دو قسمیں ہیں:

1۔ کفر اکبر 2۔ کفر اصغر

ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ کفر اکبر

اس میں درج ذیل مطالب ہیں:

ا۔ تعریف: اس سے مراد ہے: اللہ اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان نہ لانا، برابر ہے کہ اس کے ساتھ تکذیب شامل ہو یا نہ ہو؛ یعنی دونو صورتوں میں کفر اکبر ہو گا۔

ب۔ حکم: کفر اکبر انسان کو دین و ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

ج۔ اقسام: کفر اکبر پانچ قسموں میں منقسم ہے:

1۔ کفر تکذیب

اس کی دلیل خداوندِ عالم کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ﴾ (سورۃ العنکبوت:68)

"اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا حق کو جھٹلائے جب کہ وہ اس کے پاس آچکا ہے؛ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہو گا۔"

2۔ کفر انکار و استکبار

یعنی انسان خدا اور اس کے احکامات کی تصدیق تو کرتا ہو لیکن سر کشی اور انکار کی روش اپناتے ہوئے شریعت کو حقارت سے رَد کر دے۔ اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾

"اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے (نہ کیا)؛ اُس نے انکار کیا اور گھمنڈ کیا اور کافروں میں سے بن گیا۔" (سورۃ البقرہ:34)

کفر شک یا کفر ظن

اس کی دلیل درج ذیل قرآنی آیات مبارکہ ہیں:

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا 0 وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا 0 قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا 0 لَٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا﴾ (سورۃ الکہف:38-35)

"پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی؛ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شان دار جگہ پاؤں گا۔ اس کے ہم سایے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا: کیا تو کفر کرتا ہے اُس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا؛ رہا میں، تو میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

4 کفر اعراض

اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشادِ مبارک ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنْذِرُوا مُعْرِضُونَ﴾

"اور یہ کافر لوگ اس چیز سے اعراض کیے ہوئے ہیں جس سے اِن کو خبر دار کیا گیا ہے۔" (سورۃ الأحقاف:3)

5۔ کفر نفاق

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ رب العزت کا یہ فرمان عالی شان ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾ (سورۃ المنافقون:3)

"یہ اس سبب سے ہے کہ یہ پہلے ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی؛ پس یہ سمجھنے سے عاری ہو گئے ہیں۔"

کفر اصغر

اس سے متعلق درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

الف۔ تعریف: ہر وہ معصیت اور نافرمانی کفر اصغر ہے جسے شریعت میں کفر کہا گیا ہے، بہ شرطے کہ وہ کفر اکبر کی حد تک نہ پہنچتی ہو۔

ب۔ حکم: یہ حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں شامل ہے لیکن اس کا مرتکب ملتِ اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا بل کہ مسلمان ہی رہتا ہے۔

ج۔ مثالیں: کفر اصغر کی مثالیں درج ذیل ہیں:

1۔ کفر نعمت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ﴾

"لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔" (سورۃ النمل:112)

2۔ مسلمان سے قتال

ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے جنگ اور قتال کرنا بھی کفر اصغر میں شامل ہے۔ پیغمبرِ اعظم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»

"مسلمان کو گالی دینا فسق اور نافرمانی ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔" (صحیح بخاری:48، صحیح مسلم:64)

3۔ دوسروں کے نسب میں طعن

4۔ میت پر ماتم کرنا

ان دونو کی دلیل جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: «اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ، الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ» (صحیح مسلم:67)

"لوگوں میں دو باتیں ایسی ہیں جو کفر ہیں: ایک نسب میں طعن کرنا اور دوسری میت پر بین کرنا۔"

نفاق

نفاق اعتقادی

اس میں درج ذیل مطالب ہیں:

ا۔ تعریف: یہ نفاقِ اکبر ہے؛ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے لیکن دل میں کفر چھپا کر رکھے۔

ب۔ حکم: یہ نفاق انسان کو دین سے بالکلیہ خارج کر دیتا ہے اور اس کا مرتکب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہو گا۔

ج۔ اقسام: اعتقادی نفاق چھ اقسام پر مشتمل ہے:

1۔ تکذیبِ رسول ﷺ۔

2۔ شریعتِ پیغمبر ﷺ کے کچھ اجزا کو جھٹلانا۔

3۔ رسول اکرم ﷺ سے بغض رکھنا۔

4۔ شریعت محمد ﷺ کے بعض حصوں سے بغض و نفرت رکھنا۔

5۔ دین نبی ﷺ کو نقصان پہنچنے پر اظہارِ مسرت کرنا۔

6۔ حضرت محمد ﷺ کے دین و مذہب کی مدد و نصرت کو ناپسند جاننا۔

نفاق عملی

اس میں درج ذیل امور قابل غور ہیں:

ا۔ تعریف

دل میں ایمان و ایقان کے ہوتے ہوئے منافقوں کے اعمال و خصائل میں سے کسی خصلت یا عمل کا ارتکاب، نفاقِ عملی کہلاتا ہے۔

ب۔ حکم

اس سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن یہ نصوصِ شریعت کی رُو سے حرام اور کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ اس کے مرتکب میں ایمان و نفاق مجتمع ہوتے ہیں مگر جب کوئی شخص کثرت سے منافقوں کی خصلتیں اپنا لیتا ہے، تو وہ پکا منافق ہو جاتا ہے۔

ج: مثالیں

1۔ امانت میں خیانت کرنا۔

2۔ گفت گو میں جھوٹ بولنا۔

3۔ عہد شکنی کرنا۔

4۔ لڑائی جھگڑے میں گالی گلوچ کرنا۔

5۔ وعدہ خلافی کرنا۔

دلیل:

« أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا، اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» (صحیح بخاری:34؛ صحیح مسلم:58)

”جس شخص میں چار صفات ہوں، وہ پکا منافق ہے اور جس کے اندر ان سے ایک آدھ ہو، اُس میں گویا نفاق کی ایک آدھ خصلت موجود ہے، یہاں تک وہ اسے چھوڑ دے: 1۔ جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔ 2۔ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ 3۔ عہد کرے تو عہد شکنی کرے۔ 4۔ جب لڑائی جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔“

6۔ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے سے سستی اور لاپرواہی برتنا بھی نفاقِ عملی میں شامل ہے۔

قرآن شریف میں ہے:

﴿ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ ﴾

”اور جب یہ (منافق) نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں۔“(سورۃ النساء:142)

7۔ نیک اعمال میں دکھاوا کرنا بھی عملی نفاق ہی کی ایک صورت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يُرَاءُونَ النَّاسَ﴾(سورۃ النساء:142)

”محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر۔“

☆☆☆

خلیفۂ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے معزز قبیلے سے تھا۔ سلسلہ نسب عبد المناف پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی نانی نبی ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ آپ کا نام عثمان اور لقب ” ذوالنورین “ ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ ”السابقون الاولون“ کی فہرست میں شامل تھے، آپ نے خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا تھا۔ حضور ﷺ پر ایمان لانے اور کلمہ حق پڑھنے کے جرم میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان کے چچا حکم بن ابی العاص نے لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا، کئی روز تک علیحدہ مکان میں بند رکھا گیا، چچا نے آپ سے کہا کہ جب تک تم نئے مذہب (اسلام) کو نہیں چھوڑو گے آزاد نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آپ نے جواب میں فرمایا کہ چچا! اللہ کی قسم میں مذہب اسلام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور اس ایمان کی دولت سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گا۔ سیدنا عثمان غنی اعلیٰ سیرت و کردار کے ساتھ ثروت و سخاوت میں بھی مشہور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ہر نبی کا ساتھی و رفیق ہوتا ہے میرا ساتھی ”عثمان“ ہو گا۔ سیدنا عثمان کے دائرہ اسلام میں آنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کچھ عرصہ بعد اپنی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ جب کفار مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی اجازت اور حکم الٰہی کے مطابق ہجرت حبشہ کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی مع اپنی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حبشہ ہجرت فرما گئے، جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نبی ﷺ نے دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپ کی زوجیت میں دے دی۔ اس طرح آپ کا لقب ” ذوالنورین“ معروف ہوا۔ مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی جس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کی اجازت سے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف فرمایا۔

☆☆☆



چھینکنا پسندیدہ اور جمائی لینا ناپسندیدہ عمل

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ، أَوْ فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، كَانَ حَقًّا عَلَى مَنْ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ: يَرْحَمُكَ اللهُ، وَإِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ الشَّيْطَانُ فَلْيُخْفِهِ مَا اسْتَطَاعَ.»(صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب ما يستحب من العطاس وما يكره من التثاؤب: 6223-سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء إن الله يحب العطاس ويكره التثاؤب:2747)

”یقیناً اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ سو تم میں سے جب کسی کو چھینک آئے تو اسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہیے، یا وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو سننے والے کا یہ حق ہے کہ وہ یَرْحَمُكَ اللهُ (یعنی اللہ تم پر رحم فرمائے) کہے۔ اور جب وہ جمائی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے، اس لیے جس قدر ہو سکے اسے روکنا چاہیے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، وَلْيَقُلْ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، وَيَقُولُ هُوَ: يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء في تشميت العاطس: 5033- صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب ما يستحب من العطاس وما يكره من التثاؤب: 4622)

”جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (یعنی ہر حال میں تمام تر تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) اور اس کے (مسلمان) بھائی، یا (فرمایا:) اس کے ساتھی کو یَرْحَمُكَ اللهُ کہنا چاہیے، اور پھر اس کے جواب میں وہ (یعنی چھینکنے والا) يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے (یعنی اللہ تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارا معاملہ درست فرمائے)۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح سے مروی ہے کہ

«شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلَاثًا، فَمَا زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ.» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب كم مرة يشمت العاطس:5034)

”اپنے بھائی کی چھینک کا تین بار جواب دو، اور جو اس سے زیادہ بار چھینکے تو وہ زکام ہے۔“

یعنی اگر زکام کی وجہ سے کوئی بار بار چھینک رہا ہو تو اس صورت میں یَرْحَمُكَ اللهُ سے جواب نہ بھی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جن چھینکوں کے جواب کا حکم ہے وہ صرف پہلی تین چھینکیں ہیں، اس کے بعد والی زکام کے باعث ہوتی ہیں اس لیے ان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَرْحَمُكَ اللهُ»، ثُمَّ عَطَسَ أُخْرَى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَزْكُومٌ». وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى فِي الثَّالِثَةِ

(صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس، وكراهة التثاؤب: 2993- سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب كم مرة يشمت العاطس: 5037-سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء كم يشمت العاطس: 2743)

”ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس چھینک ماری تو آپ ﷺ نے فرمایا: یَرْحَمُكَ اللهُ، پھر اس نے دوسری مرتبہ ماری تو نبی ﷺ نے فرمایا: مَزْكُومٌ (یعنی اسے زکام لگا ہوا ہے)۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے تیسری مرتبہ چھینکنے پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔“

اس روایت میں دوسری یا تیسری مرتبہ کے چھینکنے کو بھی زکام کہا گیا ہے، البتہ تین چھینکوں تک جواب دینا بہتر عمل ہے۔

جو چھینک کر الحمدللہ نہ کہے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَتَرَكَ الْآخَرَ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ عَطَسَ رَجُلَانِ فَشَمَّتَّ أَحَدَهُمَا وَتَرَكْتَ الْآخَرَ، فَقَالَ: «إِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللهَ، وَإِنَّ هٰذَا لَمْ يَحْمَدْ.»

(صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحمد للعاطس: 6221- صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس، وكراهة التثاؤب:2991)

”نبی ﷺ کے پاس دو آدمیوں نے چھینک ماری، تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کا جواب (یَرْحَمُكَ اللهُ کہہ کر) دے دیا جبکہ دوسرے کا نہ دیا۔ میں نے عرض کیا: اے پیغمبرِ خدا! دو آدمیوں نے چھینک ماری اور آپ ﷺ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کا

نہیں دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تھا اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہیں کہا۔"

یعنی جس شخص نے الحمد للہ کہا تھا آپ ﷺ نے اس کا جواب دے دیا اور جس نے نہیں کہا تھا اسے جواب نہیں دیا۔ اس لیے رحمتِ خداوندی کی دعا لینے کے لیے ضروری ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا جائے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوهُ، وَإِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ.»

(صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس، وكراهة التثاؤب: 2992- الأدب المفرد للبخاري:941)

"جب تم میں سے کوئی چھینک مارے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو (يَرْحَمُكَ اللهُ کہہ کر) اس کا جواب دو، اور اگر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہ کہے تو اس کا جواب مت دو۔"

اس حدیث میں بھی اسی بات کا ذکر ہے کہ چھینک کے جواب میں رحمت کی دعا لینے کا وہی حقدار ہے جو پہلے الحمدللہ کہے، اور جو چھینکنے پر الحمدللہ نہیں کہتا اسے جواب میں 'یرحمك الله' بھی نہیں کہا جائے گا۔

آہستہ آواز میں چھینکنا مسنون عمل

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ غَضَّ صَوْتَهُ وَخَمَّرَ وَجْهَهُ.(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في العطاس: 5029- سنن ترمذی، أبواب الأدب، باب ما جاء في خفض الصوت وتخمير الوجه عند العطاس: 2745-مسند أحمد:439/2)

"رسول اللہ ﷺ جب چھینک مارتے تھے تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا۔"

معلوم ہوا کہ چھینتے وقت آواز کو پست رکھنا سُنّتِ رسول ہے۔

کھانے کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ فَلْيُجِبْ.»(صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس:1429- سنن أبوداؤد، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في إجابة الدعوة: 3738)

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو شادی کی یا اس جیسی کوئی اور دعوت دے تو اسے قبول کرنے چاہیے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ.»

(صحيح مسلم، كتاب النكاح: 1431-سنن أبوداؤد، كتاب الصيام، باب في الصائم يدعى إلى وليمة: 2460-سنن ترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في إجابة الصائم الدعوة:780)

"جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنی چاہیے، سو اگر تو اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو اسے کھالینا چاہیے لیکن اگر روزے سے ہو تو اسے دعا کر دینی چاہیے۔"

یعنی وہاں حاضر ضرور ہونا چاہیے، البتہ انہیں بتا دیا جائے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اس لیے کھا نہیں سکتا اور ان کے لیے برکت کی دعا کر دینی چاہیے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ.»

(صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس: 1430-سنن أبوداؤد، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في إجابة الدعوة: 3740-سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب من دعي إلى طعام وهو صائم: 1751)

"جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنی چاہیے، پھر اگر وہ چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔"

یعنی دعوت ٹھکرانی نہیں چاہیے بلکہ قبول ضرور کر لینی چاہیے، وہاں جا کر اگر دِل چاہے تو کھالے ورنہ رہنے دے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ دعوت کو قبول ہی نہ کرنا خلافِ سُنّت بات ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ.»

(صحيح بخاری، كتاب الهدية، باب القليل من الهبة: 2568-مسند أحمد: 424/2)

"اگر مجھے پائے (کے گوشت) کی دعوت دی جائے تو بھی میں قبول کر لوں گا اور اگر مجھے بازو (کا گوشت) تحفے میں دیا جائے تو اسے بھی میں قبول کر لوں گا۔"

گویا اگر کسی بھائی کی طرف سے کھانے پر مدعو کیا جائے تو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ ان کے ہاں کھانے کا اہتمام کیسا ہے، کہ اگر اچھا ہو تو چلا جائے اور اگر پر تکلف نہ ہو تو پھر شرکت نہ کرے۔ ایسا کرنا شرعاً و اخلاقاً ہر دو لحاظ سے برا عمل ہے۔ سنت کی اتباع اور اخلاقیات کا تقاضا یہ ہے کہ خواہ کیسے ہی کھانے پر مدعو کیا جائے دعوت کو قبول کرنا چاہیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى الْغَنِيُّ وَيُتْرَكُ الْمِسْكِينُ، وَهِيَ حَقٌّ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ.

(صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله: 5177-صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب زواج زينب بنت

جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس: 1432)

”بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی گئی ہو اور غریبوں کو نہ بلایا گیا ہو، یہ حق ہے، سو جس نے اسے چھوڑا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔“

حق سے مراد یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جب وہ اسے دعوت دے تو اسے قبول کرنی چاہیے، اور چھوڑنے سے مراد دعوت قبول نہ کرنا ہے، یعنی جو دعوت قبول کرنے سے انکار کر دے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرنی کی۔ علاوہ ازیں اس روایت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جس دعوتِ ولیمہ میں صرف امراء، صاحب حیثیت اور باثر افراد کو ہی مدعو کیا گیا ہو اور فقراء وغرباء کو دعوت نہ دی گئی ہو، ایسی دعوت بدترین دعوت ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَأْذَنَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ»، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ فِي دُخُولِهِ الْبَيْتَ وَأَكْلِهِ عِنْدَهُ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في الدعاء لرب الطعام إذا أكل عنده: 3854-سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب في ثواب من فطّر صائماً:1747)

”رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر (ان کے گھر میں داخلے کی) اجازت لی، پھر سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے طویل حدیث بیان کی جس میں آپ ﷺ کا ان کے گھر تشریف لے جانے اور ان کے ہاں کھانا تناول فرمانے کا ذکر تھا، پھر جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو یہ دعا پڑھی: أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ

”نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں، فرشتے تمہیں دعائیں دیں اور روزے دار لوگ تمہارے ہاں افطاری کریں۔“

مریض کی عیادت

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«عُودُوا مَرْضَاكُمْ وَاتْبَعُوا الْجَنَائِزَ تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ.»

(مسند أحمد: 23/3- الأدب المفرد للبخاري: 518- سلسلة الأحاديث الصحيحة:1981)

”اپنے بیمار لوگوں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں میں شرکت کیا کرو، یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔“

بیماروں کی عیادت اور جنازوں میں شرکت سے دل میں خوف اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور بندے کو اپنی موت اور آخرت کا معاملہ یاد رہتا ہے، جس سے وہ اپنا تزکیہ اور محاسبہ کرتا رہتا ہے اور اپنی آخرت کو بہتر بنانے والے عمل کرتا رہتا ہے۔

عیادت کی فضیلت

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ.» فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: «جَنَاهَا.»(صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب فضل عيادة المريض: 2568)

”جس نے کسی بیمار کی عیادت کی وہ ہمیشہ جنّت کے میووں میں رہتا ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! جنّت کے میوے کیا ہیں؟ فرمایا: اس کے چنے ہوئے پھل۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

«إِذَا أَتَى رَجُلٌ أَخَاهُ يَعُودُهُ مَشَى فِي خُرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَجْلِسَ، فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ، فَإِنْ كَانَ غُدْوَةً صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ كَانَ مَسَاءً صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الجنائز، باب في فضل العيادة على وضوء: 3100-سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضاً: 1442-سلسلة الأحاديث الصحيحة:1367)

”جب کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی عیادت کرنے آتا ہے تو وہ (مریض کے پاس آکر) بیٹھ جانے تک جنّت کے چنیدہ پھلوں میں چلتا آتا ہے، اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو رحمت اس پر سایہ فگن ہو جاتی ہے، پھر اگر وہ صبح کو (عیادت کے لیے) آیا ہو تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کو آیا ہو تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ.

(صحیح بخاری، كتاب المرضى، باب عيادة المريض، راكبا وماشيا، وردفا على الحمار: 5664-سنن أبوداؤد، كتاب الجنائز، باب المشي في العيادة: 3096-سنن ترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب جابر بن عبد الله رضي الله عنهما: 3851)

”نبی ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے، آپ ﷺ نہ کسی خچر پر سوار تھے اور نہ ہی کسی گھوڑے پر۔“

یعنی آپ ﷺ مسلمان کے اس حق کی ادائیگی کے لیے پیدل ہی تشریف لے گئے، لہٰذا جس طرح سے بھی اپنے مریض مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جانا ممکن ہو اسی طرح چلے جانا چاہیے اور تکلّفات میں پڑنے سے بچنے کی خاطر اس سے گریز نہیں کرنا

چاہیے، جیسا کہ ہمارے معاشرے میں عموماً ہوتا ہے کہ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا ہو تو اس کے لیے بے شمار تکلّفات اُٹھائے جاتے ہیں، خواہ وہ مریض کی خدمت داری کے لیے ہوں یا اپنی ٹھاٹھ باٹھ کے لیے اور بسااوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وسائل کی عدمِ دستیابی پر یہ بے جا تکلّفات ترک کرنا گوارہ نہیں کیا جاتا بلکہ مسلمان کا ایک عظیم حق یعنی تیمارداری چھوڑ دینا گوارہ کر لیا جاتا ہے، جبکہ اس نیکی پر عمل کے لیے درحقیقت کوئی چیز بھی مانع نہیں ہے۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنِي (سنن أبوداؤد، كتاب الجنائز، باب في العيادة من الرمد:3102)

”میری آنکھ میں تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی۔“

یعنی ضروری نہیں ہے کہ عیادت صرف اسی کی کی جائے جو بہت زیادہ بیمار ہو یا کسی بڑی تکلیف میں مبتلا ہو، بلکہ چھوٹی موٹی بیماری یا تھوڑی بہت طبیعت خراب والے شخص کی بھی عیادت کرنی چاہیے تاکہ اس مسلمان بھائی کا حق ادا ہو جائے اور اپنے نامہ اعمال میں اجر وثواب لکھوایا جا سکے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو آنکھ کی تکلیف ہونے پر ان کی عیادت فرمائی۔

عیادت کا مسنون طریقہ

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ.» (صحيح بخاری، كتاب المرضى، باب وضع اليد على المريض: 5659)

”میں مکہ میں بیمار پڑ گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھا اور پھر اسے میرے سینے اور پیٹ پر پھیرا، پھر فرمایا: اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو پورا فرما۔“

ہجرت کو پورا فرمانے سے مراد یہ تھا کہ اسے صحت دے اور ہجرت تک زندگی عطا فرما، تاکہ یہ مدینہ طیبہ پہنچ جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا عَادَ مَرِيضًا مَسَحَ وَجْهَهُ وَصَدْرَهُ وَقَالَ: «أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.» قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلْتُ آخُذُ بِيَدِهِ لِأَجْعَلَهَا عَلَى صَدْرِهِ وَأَقُولُ هَذِهِ الْمَقَالَةَ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنِّي، وَقَالَ: «اللّٰهُمَّ أَدْخِلْنِي الرَّفِيقَ الْأَعْلَى.» (صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض: 2191-مسند أحمد:126/6)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اس کے چہرے اور سینے پر ہاتھ پھیرتے، اور یہ دعا پڑھتے:

أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

”اے لوگوں کے پالنہار! (اس کی) تکلیف کو دُور کر دے اور شفا عطا فرما، تُو ہی شفا دینے والا ہے اور تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی بھی بیماری کو باقی نہ رہنے دے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑنے لگی تاکہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر رکھ کر یہ دعا پڑھوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: اے اللہ! مجھے اعلیٰ رفیق میں شامل کر دے۔“

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ فَقَالَ: «لَا بَأْسَ عَلَيْكَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.» (صحيح بخاری، كتاب المرضى، باب ما يقال للمريض، وما يجيب:5662)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی صحابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور فرمایا:

لَا بَأْسَ عَلَيْكَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ

”فکر کی کوئی بات نہیں ہے، اگر اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاکیزگی کا ذریعہ بن جائے گی۔“

ابو مجلز فرماتے ہیں کہ

لَا يُحَدِّثُ الْمَرِيضَ إِلَّا بِمَا يُعْجِبُهُ.

شعب الإيمان للبيهقي:426/11

”مریض کے پاس وہی باتیں کرنی چاہییں جو اسے اچھی لگتی ہوں۔“

لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ مریض کو جس طرح کی بھی باتیں اچھی لگتی ہوں اس کے پاس وہی کی جائیں، اگر اس کا دِل کسی ایسے موضوع پر بات کرنے کو چاہے کہ جو خلافِ شرع ہو یا کسی ممنوعہ امور کا ارتکاب کرے مثلاً چغلی، غیبت یا الزام تراشی وغیرہ، تو ایسے امور میں ہرگز مریض کا ساتھ نہیں دینا چاہیے بلکہ اسے منع کرنا چاہیے، ہاں ان امور کے علاوہ کوئی ایسی بات کہ جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو اور مریض کی اس بات سے طبیعت بہلتی ہو تو اس کا ساتھ دینا چاہیے تاکہ اس کے لیے خوش طبعی کا ساماں ہو سکے۔

امام طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

أَفْضَلُ الْعِيَادَةِ أَخَفُّهَا.

(شعب الإيمان للبيهقي:433/11)

”سب سے زیادہ فضیلت والی وہ عیادت ہے جو خفیف ترین ہو۔“

خفیف ترین ہونے سے مراد یہ ہے کہ مریض کے پاس کم سے کم وقت بیٹھا جائے اور اس کی عیادت اور مناسب گفتگو کے بعد اُٹھ جانا چاہیے۔



دینی تعلیم کی اہمیت وفضیلت

حافظ محسن انصاری

دینی علم کی اہمیت وفضیلت کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾(سورۃ طٰہٰ:114)

''اے پیغمبر! آپ اپنے رب سے سے یہ دعا کرتے رہیں کہ اے میرے رب! تو میرے علم میں اضافہ فرما۔''

☆نبی کریم ﷺ کو علم عطا کر کے بطور احسان ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ (سورۃ الشوریٰ:52)

''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح (علم) کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

☆﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾(سورۃ النساء:113)

''اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت (کتاب وسنت) اتاری ہے اور تجھے وہ (علم) سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔''

☆ نبی کریم ﷺ کی طرف پہلی وحی بھی علم کے حوالے سے ہی کی گئی کہ:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ 0 خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ 0 اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ0 الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ 0 عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ 0﴾ (سورۃ العلق:1-5)

''(اے پیغمبر!) اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے (ساری کائنات) کو پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے (انسان کو علم) قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

☆ صبح فجر کے بعد نبی کریم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

''اے اللہ! میں تجھ سے فائدے والے علم کا سوال کرتا ہوں۔''(سنن ابن ماجہ:925)

بلکہ آپ ﷺ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا: سَلُوا اللّٰهَ عِلْمًا نَافِعًا،وَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ یعنی تم بھی اللہ سے علم نافع کا سوال کرو اور جو علم نافع نہ ہو اس سے پناہ طلب کرو۔(سنن ابن ماجہ:3843)

☆نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَاجَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمِي هَذَا

''خبردار بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم مجھے سکھایا ہے، وہ میں تمہیں بھی سکھا دوں، جس سے تم لا علم تھے۔'' (صحیح مسلم: 2865)

اور فرمایا کہ

إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ

''میں تمہارے والد کی طرح ہوں کیونکہ تمہیں علم سکھاتا ہوں۔''(سنن ابوداؤد)

☆اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت قائم کرنے کے لیے پہلے انہیں علم سکھایا:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(سورۃ البقرۃ:31)

''اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔''

☆ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو جب خبر ہوئی کہ اس دنیا میں ان سے بھی بڑھ کر کوئی علم والا (خضر علیہ السلام) بھی موجود ہے تو کہنے لگے: أَيْ رَبِّ، كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَيْهِ؟ اے میرے رب! میں ان تک کیسے پہنچوں؟(صحیح بخاری:4727)

☆ سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن وجمال کی وجہ سے قید میں جانا پڑا، لیکن پھر علمی دولت کی بنیاد پر مصر کے بادشاہ بن گئے۔

☆انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان دینی علم ہی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی سے پہلے دینی علم کا ذکر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿الرَّحْمَٰنُ 0 عَلَّمَ الْقُرْآنَ 0 خَلَقَ الْإِنْسَانَ0 عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (سورۃ الرحمان)

”رحمن، جس نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔“

☆اللہ تعالیٰ نے علم کو ایمان سے بھی مقدم رکھا ہے، کیونکہ صحیح، سچے اور پکے ایمان کی معرفت شرعی علم کے بغیر ممکن ہی نہیں:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلا شبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے۔“(سورۃ الروم:56)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح باب قائم کیا ہے: بَابٌ: الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ.

”یعنی قول اور عمل سے پہلے علم حاصل کرنا ہے، دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ توحید اختیار کرنے سے پہلے علم کا حکم فرمایا ہے یعنی علم ہر چیز سے پہلے یعنی مقدم ہے۔“

☆اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے یہ حکم دیا ہے کہ

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ﴾ (سورۃ آل عمران:79)

”کسی بشر کا کبھی حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور لیکن (پیغمبر یہی کہیں گے کہ ربانی یعنی) رب والے بنو، اس لیے کہ تم کتاب سکھایا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم پڑھا کرتے تھے۔“

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:كُونُوا رَبَّانِيِّينَ حُلَمَاءَ فُقَهَاءَ، وَيُقَالُ: الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ. (علقه البخاري كِتَابُ: الْعِلْمُ بَابٌ: الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ)

”سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم، قتادہ، حسن، سعید بن جبیر، مجاہد اور ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ربانی بننے کا مطلب یہ ہے کہ حکمت بھرے عالم اور فقیہ بن کر لوگوں کی تربیت کرو۔(تفسیر ابن کثیر؛ تفسیر بغوی؛ تفسیر الطبری:3/233؛ زاد المسیر:1/413؛ فتح الباری: 1/160،161)

☆دینی علم حاصل کرنے کی خاطر مؤمنوں پر جہاد کے حکم میں بھی تخفیف کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (سورۃ التوبہ:122)

”اور ممکن نہیں کہ مومن سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلیں، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔“

☆مطلق طور پر علم کی فضیلت کے لیے علماء نے یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلب معلم (سدھائے اور سکھائے ہوئے کتے) کو غیر معلم (بغیر سدھائے اور بغیر پڑھائے) کتے پر فوقیت دی ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا شکار حلال ہے، جبکہ بغیر سدھائے کتے کا شکار حرام ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۃ المائدۃ:4)

”(اے پیغمبر!) تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دے تمھارے لیے (سب) پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور (وہ شکار بھی حلال ہے جو) شکاری جانوروں (کتوں) میں سے جو تم نے (سکھائے پڑھائے) سدھائے ہیں، (جنھیں تم) شکاری بنانے والے ہو، انھیں اس میں سے سکھاتے ہو جو اللہ نے تمھیں سکھایا ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ تمھاری خاطر روک رکھیں۔“

☆گھر میں پالتو کتا رکھنے کی سخت وعید آئی ہے کہ روزانہ دو قیراط عمل کے کم کیے جاتے ہیں، لیکن اگر شکار، مال متاع اور کھیتی باڑی کی چوکیداری کے لیے سدھائے اور سکھائے ہوئے کتے رکھے جائیں تو اس کی اجازت دی گئی ہے۔(صحیح مسلم:1575)

☆نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا ؛ سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ ؛ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ»(صحیح مسلم:2699)

”جو شخص علم حاصل کرنے والے راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور جو لوگ اللہ کے کسی گھر میں بیٹھ کر اس کی کتاب پڑھتے، پڑھاتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو کر انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے معزز فرشتوں کے سامنے کرتا ہے۔“

☆عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ جس انسان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کا علم اور سمجھ عطا فرماتا ہے۔“(صحیح بخاری:71)

☆ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ : تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا (صحیح بخاری:3493؛ صحیح مسلم:2637)

”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو (نیکی اور برائی میں) زمین سے نکلنے والی سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح پاؤ گے، جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اچھی اور نیک صفات کے مالک تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی اچھی، بہترین اور نیک صفات والے ہی ہونگے پر شرط یہ ہے کہ وہ دین کا علم اور سمجھ حاصل کریں۔“

☆علم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جو ہر صورت انسان کے لیے فائدہ مند ہے اور جہالت بڑا عذاب ہے جو ہر لحاظ سے بہت بڑا نقصان ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ ؛ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا، فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُولُ : لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُولُ : لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ.» (جامع ترمذی، ابواب الزہد:2325)

”دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے:

1۔ایک وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے علم اور مال دونوں عطا فرمائے ہیں، وہ مال کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ کا خوف رکھتا ہے، اس مال سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے، ایسے انسان کا درجہ سب سے بلند ہے۔

2۔ دوسرا وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم تو عطا فرمایا ہے لیکن مال و دولت سے نہیں نوازا، لیکن پھر بھی اس کی نیت سچی ہے اور وہ کہتا ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی مال عطا کرے اور میں بھی پہلے انسان کی طرح نیک کاموں میں خرچ کروں، اس انسان کو اس کی نیت کے مطابق پہلے افضل شخص کے برابر ہی بدلہ ملے گا۔

3۔ تیسرا وہ انسان جسے علم عطا نہیں کیا گیا مگر مال و دولت سے نوازا گیا ہے، وہ نہ تو صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے، نہ ہی مال کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے، یہ سب سے بدتر درجے کا ہے۔

4۔چوتھا وہ شخص جس کے پاس نہ ہی علم ہے اور نہ مال، مگر وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس (تیسرے نمبر) والے کی طرح اپنا مال (برے اور بدتر کاموں میں) خرچ کرتا، تو ان دونوں کا گناہ اور عذاب برابر ہے اور ایک ہی درجے کے کمینے ہیں۔

☆ عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا، وَسَقَوْا، وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ

(صحیح بخاری:79؛ صحیح مسلم:2282)

”سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔(1) تو بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے۔ (2) اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں (اور تمام جانوروں) کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔(3) اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔

تو یہ (پہلی اور دوسری) اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال ہے۔

اور (تیسری مثال اس شخص کی ہے) جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔“

☆عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ : ذُكِرَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلَانِ : أَحَدُهُمَا عَابِدٌ، وَالْآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ اللَّهَ، وَمَلَائِكَتَهُ، وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ، وَالْأَرَضِينَ، حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوتَ ؛ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (جامع ترمذی:2685)

"سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو لوگوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک عالم اور دوسرا عابد (عبادت گذار) ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک عام آدمی پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں خیر وبرکت اور بخشش کی دعائیں کرتی ہیں اس (عالم) شخص کے لیے جو لوگوں کو نیکی وبھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔"

☆عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هَذَا لَمْ يَأْتِهِ إِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ أَوْ يُعَلِّمُهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (سنن ابن ماجہ:227)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص میری اس مسجد کی طرف بھلائی (قرآن وحدیث کا علم) سیکھنے یا سکھانے کی نیت سے آتا ہے تو وہ (مقام، مرتبے اور ثواب کے اعتبار سے) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد (فوجی) کی طرح ہے۔"

☆ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ حَدَّثَ صَفْوَانُ بْنُ عَسَّالٍ الْمُرَادِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى بُرْدٍ لَهُ فَقُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي جِئْتُ أَطْلُبُ الْعِلْمَ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بطالبِ الْعِلْمِ، طَالِبُ الْعِلْمِ لَتَحُفُّهُ الْمَلَائِكَةُ وَتُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا، ثُمَّ يَرْكَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا حَتَّى يَبْلُغُوا السَّمَاءَ الدُّنْيَا مِنْ حُبِّهِمْ لِمَا يَطْلُبُ، فَمَا جِئْتَ تَطْلُبُ؟ ، قَالَ: قَالَ صَفْوَانُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا نَزَالُ نُسَافِرُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَأَفْتِنَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمٌ وَلَيْلَةٌ لِلْمُقِيمِ(أخرجه الطبرانی فی الكبير: (54/8 رقم 7347) قال الهيثمی: (131/1) : رجاله الصحيح، السلسلة الصحيحه: 3397، صحيح الترغيب والترهيب: 71)

"سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ طالب علم کے لیے خوش آمدید ہو! طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپتے ہیں اور ان پر سایہ کرتے ہیں اور پھر ایک دوسرے پر سوار ہو کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں، وہ یہ عمل اس علم سے محبت کی وجہ سے کرتے ہیں جو بھی اسے حاصل کر رہے ہیں۔"

☆عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ ؛ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ (سنن ابوداؤد:3660)

"اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ (پررونق اور شاداب) رکھے جو ہم سے حدیث سنے، اس کو یاد کرے اور پھر آگے دوسروں تک پہنچا دے، کیونکہ کتنے ہی علم اور فقہ حاصل کرنے والے دوسرے ایسے لوگوں تک علم پہنچاتے ہیں جو ان سے بھی زیادہ فقیہ ہوتے ہیں اور کتنے ہی علم اور فقہ حاصل کرنے والے خود فقیہ نہیں ہوتے۔"

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

"جسے ایک آیت (حدیث یا دین کا کوئی مسئلہ) بھی معلوم ہو وہ میری طرف سے دوسروں تک پہنچا دے۔" (صحیح بخاری:3461)

اس لیے کہ اس کا بڑا اجر وثواب ہے، آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ

"جو شخص کسی انسان کی خیر وبھلائی کے کسی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو اسے بھی عمل کرنے والے کے برابر اجر وثواب ملتا ہے۔" (صحیح مسلم:1893)

☆عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا- وفي رواية- رَجُلٍ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَآنَاءَ النَّهَارِ، فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ، فَقَالَ : لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ، فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ (صحیح بخاری:50261409)

"حسد (رشک) کرنا صرف دو لوگوں پر جائز ہو سکتا ہے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (قرآن وحدیث کے علم) سے نوازا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور دوسروں کو بھی (وہ علم) سکھاتا ہو۔"

☆عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ (صحیح مسلم:

1631؛ جامع ترمذی:1376)

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بند کر دیا جاتا ہے، مگر تین اعمال فوت ہونے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں: 1۔ اس کی طرف سے جاری کردہ کوئی صدقہ۔ 2۔ ایسا علم کہ اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ 3۔ اس کی وہ نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعائیں کریں۔“

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ.(سنن ابن ماجہ:1631)

☆ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ،مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ. (جامع ترمذی:2322؛ سنن ابن ماجہ:4112)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس پر لعنت کی گئی ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو کچھ اس کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور دینی علم سکھانے والے (عالم) اور علم سیکھنے والے (طالب علم) کے۔“

☆ قارئین کرام! قرآن اور حدیث میں وارد ان فضیلتوں کو حاصل کرنے اور وعیدوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا تعلق دینی اداروں سے جوڑیں اور اس میں مزید مضبوطی لائیں، ہر سال ماہ شوال میں دینی مدارس میں نئے سال کے داخلے شروع ہوتے ہیں، آئیں خود بھی فائدہ حاصل کریں اور اپنی آل و اولاد کو بھی ان اداروں میں داخل کرائیں اور اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ بنائیں۔

علم کے متعلق چند ضعیف اور موضوع روایات

ذیل میں اس موضوع کے متعلق بطور تنبیہ چند ضعیف اور موضوع روایات لکھی جاتی ہیں تاکہ عام خطیب اور عوام الناس ایسی روایات بیان کرنے سے محفوظ رہیں۔

(1)عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ قَالَ : كُنَّا نَأْتِي أَبَا سَعِيدٍ ، فَيَقُولُ : مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرَضِينَ ؛يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ، فَإِذَا أَتَوْكُمْ، فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا. (جامع ترمذی؛ سنن ابن ماجہ)

وضاحت: یہ روایت سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے، اس میں راوی ابوھارون العبدی سخت ضعیف، مجروح اور کذاب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: (اضواء المصابیح بتحقیق مشکوۃ المصابیح لشیخنا الحافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقم الحدیث:215)

2۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا. (جامع ترمذی؛ ابن ماجہ)

وضاحت: اس کا راوی ابراہیم بن فضل المخزومی ابو اسحاق المدنی منکر الحدیث اور متروک ہے (اضواء المصابیح بتحقیق مشکواۃ المصابیح: 216 وضعفہ الشیخ الالبانی رحمہ اللہ فی تحقیق مشکواۃ المصابیح)

(3) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (سنن ابن ماجہ)

وضاحت: یہ روایت موضوع، من گھڑت ہے۔ (اضواء المصابیح بتحقیق مشکواۃ المصابیح:217 ضعیف الترغیب والترھیب:66)

(4) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ. (رواه ابن ماجة وروي البيهقي فى شعب الإيمان إلى قوله مسلم وقال: هذا حديث متنه مشهور وإسناده ضعيف و قدر روي من أوجه كلها ضعيف.(مشكوٰة)

وضاحت: روایت کا راوی قاری ابو عمر حفص بن سلیمان الاسدی حدیث میں سخت ضعیف اور مجروح ہے۔ (اضواء المصابیح بتحقیق مشکواۃ المصابیح:218)

نوٹ: امام البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

نوٹ: اطلبوا العلم ولوا بالصين یعنی علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین تک جانا پڑے اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے باطل قرار دیا ہے۔ (سلسلہ ضعیفہ: 416)

5۔مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ ؛ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ.(جامع ترمذی؛ سنن ابن ماجہ)

وضاحت: یہ روایت ضعیف ہے۔ (اضواء المصابیح بتحقیق مشکواۃ المصابیح:225226)

نوٹ: امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے مختلف ضعیف روایات کو جمع کر کے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

6۔عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رِوَايَةً : يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ ؛ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ **وضاحت:** یہ روایت ضعیف ہے۔ (اضواء المصابیح بتحقیق مشکوۃ المصابیح:246)

7۔أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ الْبَزَّارُ ، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ كَثِيرٍ ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ، فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (سنن الدارمی)

وضاحت:ضعیف ہے، مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ راوی نصر بن القاسم، محمد بن اسماعیل اور عمرو بن کثیر تینوں مجہول ہیں (اضواء المصابیح بتحقیق مشکوۃ المصابیح:249 السلسلۃ الضعیفۃ تحت حدیث:3804)

8۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ، قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهِ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ : إِحْدَاهُمَا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللَّهَ، وَالْأُخْرَى يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : كُلٌّ عَلَى خَيْرٍ : هَؤُلَاءِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللَّهَ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَهَؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ،.... فَجَلَسَ مَعَهُمْ.(سنن ابن ماجہ؛ سنن الدارمی)

وضاحت: یہ روایت ضعیف ہے۔ (اضواء المصابیح بتحقیق مشکوۃ المصابیح:257؛سلسلہ ضعیفہ:11)

9۔عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ إِحْيَائِهَا.(سنن الدارمی)

وضاحت: یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ ابن جریج نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہیں پایا اور حفص بن غیاص مدلس ہے اور "عن" سے روایت کر رہے ہیں۔ (اضواء المصابیح بتحقیق مشکوۃ المصابیح: 256 وضعفہ الشیخ الالبانی مشکاۃ المصابیح)

10۔ عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يوشك أن يأتي على الناس زمان لا يبقى من الإسلام إلا اسمه، ولا يبقى من القرآن إلا رسمه، مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدى، علماؤهم شر من تحت أديم السماء، من عندهم تخرج الفتنة، وفيهم تعود (رواه البيهقي في شعب الإيمان مشكوة المصابيح:276)

وضاحت: اس کی سند موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح ضعیف ہے، راوی عبد اللہ بن دکین اور بشر بن الولید ضعیف ہیں۔

☆☆☆

شہادتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی جس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کی اجازت سے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف فرمایا۔ اور اسی طرح غزوۂ تبوک میں جب رسول اللہ ﷺ نے مالی اعانت کی اپیل فرمائی تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار فوج کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ داری لے لی۔ جب رسول اکرم ﷺ نے زیارت خانہ کعبہ کا ارادہ فرمایا تو حدیبیہ کے مقام پر یہ علم ہوا کہ قریش مکہ آمادہ جنگ ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے سیدنا عثمان غنی کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ قریش مکہ نے آپ کو روکے رکھا تو افواہ پھیل گئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر چودہ سو صحابہ سے نبی ﷺ نے بیعت لی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں "بیعت رضوان" کے نام سے معروف ہے۔ قریش مکہ کو جب صحیح صورت حال کا علم ہوا تو آمادۂ صلح ہو گئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس آگئے۔ خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے آپ اہم رکن تھے ۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وصیت نامہ آپ نے ہی تحریر فرمایا۔ دینی معاملات پر آپ کی رہنمائی کو پوری اہمیت دی جاتی ۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ صرف کاتب وحی ہی نہیں تھے بلکہ قرآن مجید آپ کے سینے میں محفوظ تھا۔ آیات قرآنی کے شان نزول سے خوب واقف تھے ۔ بطور تاجر دیانت و امانت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ نرم خو تھے اور فکر آخرت ہر دم پیش نظر رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "عثمان کی حیا سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔" تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے فراخ دلی سے دولت صرف فرماتے۔ ان کا دورِ حکومت تاریخ اسلام کا ایک تابناک اور روشن باب ہے۔ ان کے عہد زریں میں عظیم الشان فتوحات کی بدولت اسلامی سلطنت کی حدود اطرافِ عالم تک پھیل گئیں اور انہوں نے اس دور کی بڑی بڑی حکومتیں روم، فارس، مصر کے بیشتر علاقوں میں پرچم اسلام بلند کرتے ہوئے عہد فاروقی کی عظمت وہیبت اور رعب ودبدبے کو برقرار رکھا اور باطل نظاموں کو ختم کر کے ایک مضبوط مستحکم اور عظیم الشان اسلامی مملکت کو استوار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائیں گے ، جب منافق اسے اتارنے کی کوشش کریں تو اسے مت اتارنا یہاں تک کہ تم مجھے آملو۔" چنانچہ جس روز آپ کا محاصرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے حضور نے عہد لیا تھا (کہ منافق خلافت کی قمیص اتارنے کی کوشش کریں گے تم نہ اتارنا) اس لیے میں اس پر قائم ہوں اور صبر کر رہا ہوں۔ 35ھ میں ذی قعدہ کے پہلے عشرہ میں باغیوں نے سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا اور آپ نے صبر اور استقامت کا دامن نہیں چھوڑا، محاصرہ کے دوران آپ کا کھانا اور پانی بند کر دیا گیا تقریبا چالیس روز بھوک کے پیاسے 82 سالہ مظلوم مدینہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جمعۃ المبارک 18 ذو الحجہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ روزہ کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔



شکر اس کی اہمیت اور ثمرات

محمد احسن شفیق (متعلم جامعہ سلفیہ اسلام آباد)

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

”جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔“

شکر کی تعریف

شکر ایک جذبہ ہے جو کسی نے کسی کے ساتھ خیر یا بھلائی کی ہو یا اس کے ساتھ احسان کیا ہو کسی تکلیف سے بچایا ہو تو اس سے ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے انسان کے قلب کی گہرائی سے اسے ہم جذبہ شکر کہتے ہیں اور شکر فطرت صحیح کی علامت ہے اگر فطرت صحیح ہے تو شکر لازماً ہوگا اگر شکر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ فطرت مسخ ہو چکی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من لا يشكر الناس لا يشكر الله.»

”جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرے گا۔“(جامع ترمذی:1954)

اور جب تک نعمت کا ادراک نہ ہو تب تک انسان صحیح طور پر شکر ادا نہیں کر سکتا۔

شکر کی اقسام

شکر کی تین اقسام ہیں:

1۔ شکر بالقلب یعنی دل سے شکر ادا کرنا۔

2۔ شکر باللسان یعنی زبان سے شکر ادا کرنا۔

3۔ شکر بالجوارح یعنی اعضاء کے ساتھ شکر ادا کرنا۔

سب سے پہلے قسم شکر بالقلب اس سے کیا مراد ہے اس سے مراد دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ اللہ رب العزت نے میرے ساتھ کتنی بڑی بھلائی کی ہے کہ مجھے ایک اچھی صورت میں پیدا فرمایا، جیسا کہ اللہ رب العزت نے قران مجید میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾

”اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تعریف کیا گیا ہے۔“(سورہ لقمان:12)

اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شکر کی ادائیگی اللہ سے مضبوط تعلق بناتی ہے۔

دوسری قسم زبان سے شکر ادا کرنا جیسے قران مجید میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا﴾(سورۃ الکھف:1)

”تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔“

اور تیسری قسم ہے شکر اعضاء و جوارح کے ساتھ مطلب یہ کہ اللہ کی عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا کیونکہ کچھ عبادات ایسی ہیں جن کا تعلق جسم کے اعضا کے ساتھ ہے اگر انسان اللہ کا صحیح طرح شکر ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کے دیے ہوئے احکامات کو عمل میں لائے اس طرح اس کا رب اس سے راضی ہو جائے گا اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اللہ کو بہت پسند آئے گا اور اس کے بدلے میں اللہ اسے اور نعمتوں سے نوازیں گے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شکر بہت ضروری ہے شکر کے بغیر انسان کی زندگی ادھوری ہے۔

صبح کا اغاز شکر گزاری کہ اظہار سے کیا جائے

حدیث مبارک میں آتا ہے:

الحمد لله الذى احيانا بعد ما اماتنا و اليه النشور

”سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“(صحیح بخاری)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح اٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا کر کے اس کا شکر ادا کیا جائے اس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔

دن کا اغاز نماز کے ساتھ کرنا یہ شکر کی علامت ہے اس لیے کہ ہمیں اللہ نے ایک نیا دن دیا ہے اور اس دن کا اغاز اللہ کے شکر سے کرنے کا سب سے بڑا فائدہ دن کے تمام کام بہتر ہو جاتے ہیں اور اللہ سے شکوہ کبھی بھی نہ کیجئے کیونکہ اللہ اپنے بندے کو جو کچھ عطا کرتا ہے وہ اس کا فضل واحسان ہوتا ہے اور مزید یہ کہ شکوہ کرنے سے شکر کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ غور و فکر کرتا رہے کہ اللہ نے مجھے کتنی نعمتوں سے نوازا ہے اور میں کیا کر رہا ہوں کہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال تو نہیں کر رہا، میں غلط کاموں میں کہیں ان کو صرف تو نہیں کر رہا اگر ایسا ہے تو ترک جائیں اور اللہ سے معافی مانگ لیں کیونکہ قران

مجید میں سورۃ الاعراف میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾

”جن کے دل ایسے ہیں جن سے (حق) نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے (حق) نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے (حق) نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔“

آئیں نبی کریم ﷺ کی احادیث دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کرتے تھے:

1۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی ہوتے ہیں کہ بندہ کھانا کھا کر اور پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔“(صحیح مسلم)

2۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو لوگ لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتے وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتے۔“(سنن ابو داؤد:484)

3۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ اس قدر نفل نماز پڑھا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک سوج جایا کرتے تھے آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت فرما دی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔“(صحیح مسلم)

4۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جب بھی کوئی خوشی کی خبر یا خوشی کا واقعہ پیش آتا تو نبی کریم ﷺ اللہ کا شکر ادا کرتے اور سجدہ ریز ہو جاتے۔(سنن ابو داؤد:2723)

صبر اور شکر عموماً دو لفظ ہیں لیکن ایک ساتھ سننے کو ملتے ہیں آزمائشوں پر صبر کرنا اور نعمتوں پر شکر ادا کرنا انسان کی زندگی کو آسان بنا دیتے ہیں۔

شکر کے فوائد

1۔ شکر آپ کی خوشیوں کے ذائقے کو بڑھاتا ہے۔

2۔ شکر بہتر اور پر سکون نیند کی وجہ بنتا ہے۔

3۔ شکر آپ کے جسم کو طاقت اور اعتماد فراہم کرتا ہے۔

4۔ Anxiety یعنی بے چینی کو دور کرتا ہے

5۔ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے سے لوگوں کے ساتھ تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔

نعمتوں پر شکر ادا کرنا یہ مومن کا طریقہ ہے اور ناشکری کرنا یہ کفار اور منافقین کا طریقہ ہے شکر کرنے سے جنت حاصل ہوتی ہے اور ناشکری کرنے سے اللہ کی ناراضگی حاصل ہوتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام پر جو اللہ نے انعام کیے ہیں وہ ان کے شکر کی بدولت کیا ہیں جس طرح شکر کرنے پر نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اس طرح ناشکری کرنے پر اللہ سخت عذاب دیتا ہے اور عذاب سے بچنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کی نعمتوں کا مکمل شکر ادا کریں اور جتنا ہو سکے اللہ کے دیے ہوئے احکامات کو اپنی زندگی کے اندر لایا جائے اللہ سے دعا ہے اللہ تعالی ہمیں اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناقلین شریعت ہیں، اللہ تعالی نے انہیں اپنے نبی اکرم محمد ﷺ کی صحبت و رفاقت کے لیے منتخب فرمایا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت تمام مخلوق سے افضل اور اعلیٰ ہے یہ عظمت اور فضیلت صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہی حاصل ہے کہ اللہ نے انہیں دنیا میں ہی مغفرت، جنت اور اپنی رضا کی ضمانت دی ہے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث اس پر شاہد ہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کی شہادت اور تعدیل کے بعد کسی اور شہادت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی کسی بدبخت منکوس القلب کی ہرزہ سرائی ان کی شان کو کم کر سکتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور نبی کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں جو ان کی فضیلت بیان کی ہے ان کو تسلیم کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ بصورت دیگر ایمان ناقص ہے۔

☆☆☆

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”متصل حدیث کی قبولیت میں بھی راویوں کا عادل ہونا شرط ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ باقی راویانِ حدیث پر بحث ضروری ہے تاکہ رواۃ حدیث کی عدالت ثابت ہو سکے، لیکن صحابہ کرام کے حالات کی چھان بیان ضروری نہیں، اس لیے اس کی عدالت وامانت اور طہارت ورفعت منزلت خود ربِ کائنات کی طرف سے ثابت ہے۔“

ان کلماتِ فاضلہ کے بعد خطیب بغدادی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت وعظمت میں بعض آیات واحادیث کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی شان یوں بیان کی:

”اگر اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت سے متعلق کچھ منقول نہ بھی ہوتا تب بھی ان کے اپنے ایمانی حالات، ہجرت، جہاد اور دین کی سربلندی کے لیے جان ومال اور اولاد کی قربانی ان کی عدالت وامانت اور عقیدہ وعمل کی پاکیزگی وطہارت ان کے مابعد عظمت وشان کا اعتراف کرنے والوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ ابو زرعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے دیکھیں تو جان لیں کہ وہ زندیق ہے۔ اس لیے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی ذات اور قرآن کریم ہمارے ہاں برحق ہیں، ہم تک قرآن اور سنت رسول پہنچنے کا ذریعہ اصحاب رسول ہی ہیں۔ یہ زندیق اور ملحد لوگ ہمارے گواہان شریعت پر جرح کر کے کتاب وسنت کو معطل کرنا چاہتے ہیں اور حقیقت میں یہی زندیق جرح کے حق دار ہیں۔“(تدریب الراوی: 1/111)

